Title

زیرِ سرپرستی

عبد الستار رحمہ اللہ

فہم و فکر

پیشِ نظر

رمضان المبارک... چند گھڑی کا مہمان	مدیر کے قلم سے	04

اصلاحی سلسلہ

فہم قرآن	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	05
فہم حدیث	مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ	06
آئینہ زندگی	حضرت مولانا عبد الستار رحمۃ اللہ علیہ	08

مضامین

اخلاص سے مانگی ہوئی دعا کبھی رد نہیں ہوتی	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	10
دیکھنا کہیں کوئی روٹھ نہ جائے	رضی الدین سید	13
اجارہ... اسلامی تمویل کا ایک اہم ذریعہ	غلام عباس	15
مسائل پوچھیں اور سیکھیں	مفتی محمد توحید	18
باورچی خانہ اور ہماری صحت	حکیم شمیم احمد	20

خواتینِ اسلام

ھن لباس لکم وانتم لباس لھن	ام مصطفیٰ	23
اسلام کا نظریہ صحت و مرض	ترتیب: وجیہہ رضوان	24
انعام کی رات	ام ابوبکر	26
انسانوں والی حرکات	عالیہ ساجد عباسی	29
گرہیں	کائنات عبد الحسیب	33
باپ کا بیٹی کے نام خط	محمد وائل	34
امید بہار رکھ	ثانیہ روا	36

باغیچہ اطفال

بچوں کے فن پارے		38
سوالات کے جوابات		39
ذولی کی عید	ڈاکٹر الیاس رومی	40

بزمِ ادب

اے ماہِ پُر فضل	جوہر عابد	42
عید ہے	جوہر عابد	43
گلدستہ	ادارہ	44

اخبار السلام

خبر نامہ	ادارہ	46

دینی اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ فہمِ دین کراچی

جولائی 2016ء

مدیر	محمد خرم شہزاد
ناظم	خالد عبد الرشید
کمپوزنگ	مظفر بھٹو
نظرثانی	طارق محمود
تزئین و آرائش	نوید فرید

editor@fahmedeen.org

آراء و تجاویز کے لیے

0304-0125750 | 0333-4573885

ڈاک سے متعلق امور کے لیے

0322-2120004 | 021-35393912

اشتہارات کے لیے

0332-8278537

marketing@fahmedeen.org

زرِ تعاون

فی شمارہ:	40 روپے
اندرون کراچی سالانہ (بذریعہ کوریئر):	520 روپے
بیرون کراچی سالانہ (بذریعہ رجسٹری):	520 روپے
بیرون ملک بدل اشتراک	25 ڈالر

ناشر	مطبع	مقام اشاعت
فیصل ذبیر	واسا پرنٹر	دفتر فہم دین

meat one

02

مہمان

رخصت ہونے کو ہے' مہمان بھی خدا کا ہے' اور زحمت بن کر نہیں' سراپا رحمت ہی رحمت بن کر آیا ہے۔ اور اپنے مسلمان میزبان سے کچھ لینے نہیں' بل کہ رحمتوں کے تحائف لُٹانے آیا ہے۔ پہلے عشرے میں قدر دانوں نے رحمتیں لوٹیں' دوسرے عشرے میں گناہ گاروں میں مغفرت کے پروانے تقسیم ہوتے رہے۔ اب تیسرا عشرہ ہے۔ یہ جہنم سے خلاصی کا ہے۔

بہت سے قدر دان پہلے سے ہی اعتکاف پر بیٹھ چکے ہیں کہ رمضان بھی رحمت ہے اور مسجد بھی اللہ کے رحمتیں سمیٹنے کی جگہ ہے۔ وہ مسجد میں رہتے ہیں۔ دنیا میں بنی ہوئی یہ سادہ سی مسجدیں انہیں دنیا کی آلائشوں سے کتنی دور اور رب کی رحمت کے کتنا قریب لے آئی ہیں! یہ اللہ کی ناپسندیدہ ترین جگہ بازاروں سے دور ہو کر پسندیدہ ترین جگہ مسجد کی آغوش میں پناہ لے چکے ہیں۔ اب ان کے پڑوسی صرف دین دار نمازی ہی نہیں' بل کہ رب کے فرشتے بھی ہیں' جن کا مسجدوں میں آنا جانا لگا رہتا ہے۔ اب اِن کے دِل پریشان نہیں ہوتے' کیوں کہ وہ اللہ کے ذکر سے دِلوں کے اطمینان کا سامان اکٹھا کرتے رہتے ہیں۔ اب انہیں ایمان کی حلاوت بھی محسوس ہونے لگی ہو گی' کیوں کہ آنکھ جب غیر محرم سے محفوظ ہو جاتی ہے تو اللہ ایسے شخص کو ایمان کی حلاوت نصیب فرماتے ہیں۔ اب یہ ولی اللہ بننے کے بہت قریب ہو چکے ہیں' کیوں کہ پہلے تو فرض نماز کے لیے وقت نکالنا مشکل تھا' اور اب نفلوں کی بھی کثرت ہو رہی ہے۔ غرض اعتکاف والوں کی تو پانچوں گھی میں اور سر کڑاہی میں ہے۔

ان سے اگر پہلے دو عشروں میں کوئی کوتاہی ہوئی بھی ہے تو اعتکاف اس کمی کو پورا کرنے کا بہترین موقع ہے' بس ایک بات کا خیال رہے کہ دنیا کہیں انہیں دھوکہ دینے کے لیے مسجد میں نہ آجائے' کہیں مسجدوں میں رہنے کے باوجود ان کے دِل و دماغ بازاروں میں ہی نہ گھومتے رہیں۔ کہیں رحمتوں کے بیچ و بیچ رہتے ہوئے زبان غیبت' چغلی اور جھوٹ سے رب کو ناراض کرنے میں نہ لگی ہو' ورنہ پھر تو خسارا ہی خسارا ہے۔

اچھا یہ تو بڑے ہی خوش قسمت لوگ تھے' اللہ سب کو ہی ایسا بننے کی توفیق دے' لیکن جو اعتکاف نہ کر سکے' اُن کے لیے بھی ابھی موقع باقی ہے' وہ ہے رمضان کی راتیں۔ جب رب کریم اپنی رحمتیں اپنے بندوں پر لٹانے کے لیے پہلے آسمان پر جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ جب رب کریم کی طرف سے ایک پکارنے والا ہر رات میں بار بار اعلانات کرتا رہتا ہے کہ کوئی ہے جو کریم رب سے مغفرت مانگے؟

اعتکاف میں بھی سب سے اہم راتیں ہیں۔ اگر ہم اعتکاف کی دولت حاصل نہیں کر سکے تو آخری عشرے کی راتوں کو تو

مدیر کے قلم سے

ضرور قیمتی بنانے کی کوشش کریں۔ رات ہے ہی کیا... تراویح ختم ہونے کے بعد سے سحری تک مشکل سے تین سے چار گھنٹے بنتے ہیں اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان راتوں میں تو شبِ قدر کی "کروڑ پتی" آفر بھی ہے۔ ایک رات اور ہزار مہینے سے بھی زیادہ کی عبادت کرنے کا ثواب! ایسی پیش کش تو کوئی بڑے سے بڑا سٹے باز بھی نہیں کرتا' جیسی رب کی رحمت نے اپنے بندوں کو بخشنے کے لیے کی ہے۔ اس سے محروم رہنے والے کی محرومی کے تو نوحے ہونے چاہییں' ایسے محروم کے ہاں تو تعزیت کے لیے جانا چاہیے۔ ایسا محروم تو واقعی ایک بڑے سودے سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے۔ تو چند راتیں ہی تو بچی ہیں' ان کو تو ہم میں سے ہر ایک کو ہی مسجد میں گزارنا چاہیے اور خواتین کو گھروں میں نوافل اور تلاوتِ کلامِ پاک میں گزارنا چاہیے۔

ہاں ایک رات سب سے اہم ہے اور غفلت بھی اس میں اتنی ہی زیادہ ہے اور وہ ہے چاند رات۔ رب کریم پورے رمضان میں جتنے گناہ گاروں کو جہنم سے نجات کا پروانہ دیتے ہیں' اُن سب کے برابر اس ایک رات میں جہنم سے آزاد کرتے ہیں' لیکن یہ تو جبھی ہو گا جب ہم اس رات کو بازار کے بجائے مسجد میں اور باتوں کے بجائے تلاوتِ کلامِ پاک میں گزاریں گے۔ اس حوالے سے اس بار کے "فہمِ دین" میں ایک کہانی "انعام کی رات" بھی شامل ہے۔

قارئینِ گرامی! مہمان جانے کو ہے۔ مہمان ہے بھی میرا اور آپ کا۔ اس کے ہاتھ میں کچھ ہی تحائف باقی ہیں۔ ہیں سارے کے سارے قیمتی۔ انہیں لینے والا کون بنے گا؟ اس کا فیصلہ چند لمحوں میں ہمیں کرنا ہے اور یاد رکھیے قابلِ مبارک باد وہی ہے جو ایک لمحے میں اپنی زندگی کا اہم ترین عزم کرے اور پھر آگے بڑھ کر ان سب تحائف کو لینے والا بن جائے۔ والسلام

اخوکم فی اللہ
محمد خرم شہزاد

فہم قرآن

البقرہ 261-262

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

اصلاحی سلسلہ

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿261﴾ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَاۤ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَاۤ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿262﴾

ترجمہ: جو لوگ اللہ کے راستے میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ سات بالیں اگائے (اور) ہر بال میں سو دانے ہوں اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے (ثواب میں) کئی گنا اضافہ کر دیتا ہے' اللہ بہت وسعت والا (اور) بڑے علم والا ہے (261) جو لوگ اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں' پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان جتلاتے ہیں اور نہ کوئی تکلیف پہنچاتے ہیں' وہ اپنے پروردگار کے پاس اپنا ثواب پائیں گے' نہ ان کو کوئی خوف لاحق ہو گا اور نہ کوئی غم پہنچے گا (262)

تشریح: یعنی اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے سات گنا ثواب ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ جس کا ثواب چاہیں اور بڑھا سکتے ہیں۔ واضح رہے کہ "اللہ کے راستے میں خرچ" کا قرآنِ کریم نے بار بار ذکر کیا ہے اور اس سے مراد ہر وہ خرچ ہے' جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کیا جائے' اس میں زکوٰۃ' خیرات صدقات سب داخل ہیں۔

لغتِ قرآنی

مَثَلُ: مثال — یُنْفِقُوْنَ: وہ خرچ کرتے ہیں — حَبَّةٍ: دانہ — سَنَابِلَ: بالیں

مِائَةُ: سو — یُضٰعِفُ: اضافہ کرتا ہے — وَاسِعٌ: بہت وسعت والا — عَلِیْمٌ: بڑے علم والا

قرآن کے فضائل بزبانِ قرآن

- سب سے بڑی فضیلت قرآن کی حکمت ہے۔ (البقرۃ' آلِ عمران' الرعد')
- قرآن بشارت وہدایت ہے۔ (النمل)
- قرآن نصیحت ہے۔ (القمر)
- قرآن رحمت' بصیرت اور شفا ہے۔ (لقمان)
- قرآن نور ہے (المائدہ)
- قرآن حقیقی زندگی کے لیے مکمل ہدایت ہے اور دستور العمل ہے۔ (المائدہ)
- قرآن میں اخلاق کی تعلیم ہے اور عدالت کے بنیادی اصول ہیں۔ (النساء)
- قرآن کی فصاحت و بلاغت' اسی طرح قرآن حق ہے۔ (الرعد)
- قرآن برکت ہے۔ (انعام)
- قرآن قولِ فیصل ہے۔ (الطارق)
- قرآن بیان ہے (آلِ عمران)
- قرآن میں علم وحکت ہے۔ (العلق)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ اَوَّلُ لَیْلَۃٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّیَاطِیْنُ وَمَرَدَۃُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ یُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَفُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّۃِ فَلَمْ یُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَیُنَادِیْ مُنَادٍ یَا بَاغِیَ الْخَیْرِ اَقْبِلْ وَیَا بَاغِیَ الشَّرِّ اَقْصِرْ وَلِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذَالِکَ کُلَّ لَیْلَۃٍ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جنات جکڑ دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے سارے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی دروازہ بھی کھلا نہیں رہتا اور جنت کے تمام دروازے کھول دیے جاتے ہیں، ان کا کوئی دروازہ بھی بند نہیں کیا جاتا اور اللہ کا منادی پکارتا ہے کہ اے خیر اور نیکی کے طالب! قدم بڑھا کے آ، اور اے بدی اور بدکرداری کے شائق! رک، آگے نہ آ! اور اللہ کی طرف سے بہت سے (گناہ گار) بندوں کو دوزخ سے رہائی دی جاتی ہے (یعنی ان کے لیے مغفرت کا فیصلہ فرمادیا جاتا ہے) اور یہ سب رمضان کی ہر رات میں ہوتا رہتا ہے۔ (جامع ترمذی)

تشریح: اس حدیث میں عالم غیب کے منادی کی جس کی ندا کا ذکر ہے اگرچہ ہم اس کو اپنے کانوں سے نہیں سنتے اور نہیں سن سکتے، لیکن اس کا یہ اثر اور یہ ظہور ہم اس دنیا میں بھی اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ رمضان میں عموماً اہلِ ایمان کا رجحان اور میلان خیر و سعادت والے اعمال کی طرف بڑھ جاتا ہے، یہاں تک کہ بہت سے غیر محتاط اور آزاد منش عامی مسلمان بھی رمضان میں اپنی روش کو کچھ بدل لیتے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ ملاء اعلیٰ کی اس ندا اور پکار ہی کا ظہور اور اثر ہے۔

حضرت امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کا نام سلیمان بن اشعث ہے۔ آپؒ کی کنیت ابوداؤد ہے۔ آپؒ کا تعلق سندھ وہرات کے درمیان مشہور علاقے سیستان سے ہے۔ آپؒ نے جب ہوش سنبھالا تو وہاں

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

بڑے بڑے محدّثین موجود تھے اور علمِ حدیث بھی کئی پہلوؤں سے ترقی کر چکا تھا۔ آپؒ نے امام احمد بن حنبل، مسلم بن ابراہیم اور یحیٰ بن معین رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے نابغۂ روزگار اہلِ علم سے تعلیم حاصل کی۔ آپ کے تلامذہ میں امام ترمذی اور امام نسائی رحمہما اللہ جیسے اکابرین شامل تھے۔ آپؒ نے علمِ حدیث کے حصول کے لیے بہت سے ممالک کا سفر کیا۔ اپنے علمی مشاغل میں انہماک کے باوجود آپ ایک عبادت گزار شخص تھے۔

امام ابوداؤدؒ نے نہ صرف سنن ابوداؤد مرتب کی، بل کہ دیگر بہت سی کتب بھی تصانیف کیں۔ انھوں نے فقہی مذاہب کی بنا پر احادیث کو جمع کیا۔ اس بنا پر ان کا دعویٰ بہت حد تک صحیح ہے کہ سنن ابوداؤد سے ایک شخص کو ان تمام بنیادی امور کا پتا چل سکتا ہے، جو چاروں فقہی مذاہب (حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی) کی بنیاد ہیں۔ اس بنا پر امام غزالیؒ نے فرمایا: ”سنن ابوداؤد ایک عالم کو دوسری تمام کتبِ حدیث سے بے نیاز کر دیتی ہے۔“ آپؒ کا انتقال 73 سال کی عمر میں 275ھ میں ہوا۔

لغاتِ احادیث

شھر: مہینہ — صُفِّدَتْ: جکڑ دیے جاتے ہیں — مَرَدَۃٌ: سرکش

یُنَادِی: وہ پکارتا ہے — اَقْبِلْ: قدم بڑھاؤ — بَاغِی: طالب

اَقْصِرْ: آگے نہ آ — عُتَقَاءُ: رہائی دینا — کُلَّ لَیْلَۃٍ: ہر رات

کتنا خوش قسمت ہے

وہ انسان جو ایک ماہ میں نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کو یاد کر لے اور حدیث کی یہ قیمتی دولت اپنے ساتھ قبر کا نور بنا کر لے جائے۔

قَالَ النَّبِیُّ صَلَی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِی السَّحُوْرِ بَرَکَۃٌ

سحری کھایا کرو، کیوں کہ سحر میں برکت ہے۔ (بخاری و مسلم)

Jazaa Foods
07

انسان اچھا تو سب کچھ اچھا

میرے عزیزو! ساری زندگی کی اچھائی، ساری دنیا کی اچھائی اس انسان کی اچھائی سے وابستہ ہے۔ یہ اچھا ہے تو ہر چیز اچھی ہونے لگے گی۔ اس کی اچھائی، برائی کا تعلق باہر سے نہیں ہے، اس کے اندر چھپی ہوئی چیز سے ہے۔ یہ اندر سے اچھا ہو جائے تو اس کی زندگی کی اچھائی کی بنیاد یہ ہے۔ اس کی زندگی کا بگاڑ اور زندگی کی اصلاح کا تعلق باہر کی چیزوں سے نہیں، اس کی اندر کی زندگی سے ہے۔ انسان کی اچھائی سے اس کی زندگی بھی اچھی، اس کی موت بھی اچھی، اس کی محشر کا میدان بھی اچھا ہے۔ دنیا کی سڑکیں، پل گاڑیاں اسٹیٹس کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو جائے دنیا اچھی نہیں ہو سکتی، جب تک یہ انسان اچھا نہ ہو جائے لیکن ساری دنیا کی دانش گاہیں بھٹک گئیں، سوچیں بھٹک گئیں، فکریں بھٹک گئیں، انھوں نے اللہ کے نبی کی زندگی سے روشنی ہی لینا چھوڑ دی ہے اور سمجھ لیا کہ چیزیں اچھی ہو جائیں گی تو انسان کی زندگی اور اس کا اسٹیٹس بھی اچھا ہو جائے گا۔

نبی کریم ﷺ کی محنت کا میدان... اچھا انسان

اللہ کے حبیب ﷺ جب اس دنیا میں تشریف لائے تو وہاں بھی چیزیں تو اچھی نہیں تھیں، گھر بھی کچے تھے، معیشت بھی کمزور تھی، آمدنی کے ذرائع بھی بہت محدود تھے، آمد و رفت کے وسائل بھی بہت ہی تھوڑے تھے، زندگی کے سارے اسباب تو نہ ہونے کے برابر تھے۔ اللہ کے حبیب چاہتے تو کسی بھی شکل کو اپنی محنت کا میدان بنا سکتے تھے کہ انسان کی زندگی ذرا اچھی ہو جائے، لیکن آپ کو تو روشنی اللہ نے دی تھی، آپ کی تو رہنمائی قدم قدم پر اللہ نے فرمائی تھی۔ جب آپ ﷺ دنیا میں تشریف لائے اور انسانوں کی زندگی سنوارنا چاہی تو نہ بازار کا رخ کیا، نہ کارخانوں کا رخ کیا، نہ اس کی معیشت کی طرف رخ کیا، آپ نے محنت کا میدان اس انسان کو بنایا کہ یہ اچھا ہو گیا تو ہر چیز اچھی ہو جائے گی۔ یہ اچھا نہ بنا تو بہت سارے وسائل کے ہوتے ہوئے بھی فساد برپا کر دے گا۔ تو آپ ﷺ نے انسان کو اچھا بنایا۔

اصلاحِ خلق کا آسمانی نسخہ

انسان کو اچھا بنانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک نسخہ تجویز کیا ہے، جس سے اس کی پوری زندگی بھلائی کے راستے پر آسکتی ہے۔ جو کوئی اس نسخے کو اختیار کرے گا تو آہستہ آہستہ بھلائی کے سارے راستے اس کے لیے کھل جائیں گے۔ نسخے کے دو اجزا ہیں: "اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ" (تلاوت کا اہتمام کرو، نماز کا اہتمام کرو)۔ اصلاحِ خلق کا، اللہ کی مخلوق کی اصلاح کا یہ آسمانی نسخہ ہے۔ یہ آغاز ہے، یہ ابتدا ہے۔ تلاوت سے دل کی دنیا اللہ کے لیے سازگار ہوتی ہے، جبکہ نماز سے پورا بدن اللہ کی اطاعت کے لیے تیار ہوتا ہے۔ تلاوت سے دل کی دنیا اللہ کی فرماں برداری کے لیے تیار ہوتی ہے اور اعضا و جوارح یہ سارے کے سارے نماز کے ذریعے اللہ کی اطاعت کے لیے تیار ہوتے ہیں۔ اس سے یہ پورا جسم اللہ کی اطاعت میں آسکتا

تلاوت کا آغاز کیجیے، سپارہ کیجیے آدھا پارہ کیجیے رکوع کیجیے، اتنا بھی نہیں کر سکتے تو نماز کے بعد کم سے کم صبح صبح ایک صفحہ کی ہی تلاوت کر لیجیے۔ آغاز تو کیجیے۔ زندگی کا دن قرآن کی تلاوت کے بغیر نہ گزرے، اگر کبھی معمول سویرے رہ گیا تو رات سونے سے پہلے اس معمول کو مکمل کر لے۔ اگر کسی بیماری کی وجہ سے تلاوت زیادہ نہیں کر پا رہے، کچھ نہ کچھ تلاوت ضرور کر لے ناغہ نہ ہو۔ ارے میرے عزیزو! تھوڑا ہی سہی، پانی کا قطرہ بھی اگر پتھر پر پڑتا رہے تو نشان بنا دیتا ہے۔ اسی طرح تلاوت سے ایک دن آپ کی دل کی دنیا پر قرآن کے نور کا نشان آجائے گا۔ اس نسخہ کا ایک جز تو تلاوت ہے، اپنے دل میں نیت کر لیں، ان شاء اللہ اب تلاوت میں ناغہ نہیں ہو گا۔

اس نسخے کا دوسرا جز ہے نماز کا اہتمام۔ مردوں کے لیے مسجد میں آنا، جماعت کا اہتمام ہو۔ عورتیں اذان ہوتے ہی اول وقت میں نماز کا اہتمام کریں۔ شادی ہو، غمی ہو، سفر ہو، حضر ہو، کچھ بھی ہو نماز کے اہتمام میں کوتاہی نہ ہو۔ ہاں! اللہ نے خود آسانیاں پیدا فرمادیں، کھڑا نہیں ہو سکتا، بیٹھ کر پڑھ لے، بیٹھ نہیں سکتا لیٹ کے پڑھ لے، لیٹ کر نہیں پڑھ سکتا اشارے سے پڑھ لے، پانی استعمال نہیں کر سکتا تیمم کر لے۔

اصلاحِ خلق کے دو پرہیز

اس کے دو پرہیز ہیں: ایک پرہیز تو "یٰٓاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ" جس کا حکم اللہ نے سارے رسولوں کو کیا ہے اور وہ ہے حرام سے بچنا اور حلال کھانا۔ حرام کھانے سے انسان کا ضمیر مردہ ہو جایا کرتا ہے، دل سخت ہو جایا کرتا ہے۔ الحمدللہ! ہم مسلمانوں کی بڑی تعداد ایسی ہوتی ہے جس کی آمدنی کے ذرائع حلال ہوتے ہیں، لیکن معاملات کا دین سیکھتے نہیں پوچھتے نہیں، جس سے ان کی آمدنی بھی مشکوک ہو کر رہ جاتی ہے۔ خیانت کر رہا ہے، ناپ تول میں کمی کر رہا ہے، یہ ناجائز ہے۔ تو ایک پرہیز یہ ہے کہ کچھ بھی ہو حرام گھر میں نہ آئے۔ پہلے مائیں، بہنیں، بیٹیاں، بیویاں، اپنے مردوں کو کہتی تھیں کہ ہم روکھا سوکھا کھا لیں گی، پھٹا پرانا پہن لیں گی، سادہ زندگی گزار لیں گی، لیکن ہم اپنے گھر میں حرام برداشت نہیں کر سکتیں۔ تھوڑا لاؤ، حلال لاؤ۔ لیکن آج رسم و رواج نے، فیشن کی اس دنیا نے، انسان کی غفلت نے، اسے یہاں تک پہنچا دیا کہ اسے اب حرام و حلال کی فکر ہی ختم ہو گئی بس آمدنی ہونی چاہیے۔ اس سے نیکیاں بھی برباد ہو جاتی ہیں اور بھلائی کے دروازے بھی بند ہو جاتے ہیں۔

دوسرا پرہیز یہ ہے کہ ہماری ذات کی طرف سے کسی کے ساتھ ناانصافی اور ظلم نہ ہو۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ مسلمان تو مسلمان کہلانے کے لائق ہی تب ہے، جب دوسروں کی جان، مال، عزت، آبرو اس سے محفوظ ہو۔ اگر دوسروں کی جان، مال، عزت، آبرو اس سے محفوظ نہیں تو یہ تو مسلمان کہلانے کے لائق نہیں۔ یہ دو پرہیز ہیں: ایک لقمہ حرام سے بچنا۔ دوسرا کسی کے ساتھ ناانصافی اور ظلم نہ کرنا۔ ایک دن اللہ کے رسول ﷺ فرمانے لگے: "مَنِ الْمُفْلِسُ" جانتے ہو مفلس کون ہے؟ کہا: یا رسول اللہ ﷺ جس کے پاس مال و دولت نہیں۔ فرمایا: نہ نہ... میری امت کا مفلس وہ ہے "یَأْتِی یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِصَلٰوةٍ وَّصِیَامٍ وَّزَكٰوةٍ" جو نماز لے کے آئے، زکوٰۃ لے کے آئے، نمازیں لے کے آئے، لیکن کسی کو گالی دی، کسی پر تہمت لگائی، کسی کو برا بھلا کہا، کسی کو تکلیف پہنچائی، کسی کا مال غصب کیا، تو یہ سارے کے سارے اللہ کی عدالت میں آئیں گے، اپنے حق کا مطالبہ کریں گے اور جو اس کے پاس نیکیاں ہوں گی، انھیں دے دی جائیں گی، مطالبہ کرنے والے اب بھی باقی ہوں گے، ان کے گناہوں کا بوجھ اس پر ڈال کر اسے جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔ فرمایا میری امت کا مفلس یہ ہے، جس سے امت کا جان، مال، عزت، آبرو محفوظ نہیں، اس کے نیکیوں کے ڈھیر بھی ختم ہو جائیں گے۔ کوئی شخص ظلم کی زندگی گزارے، اس کی زبان سے دوسروں کی عزت آبرو پامال ہو رہی ہو، دوسروں کی عزت نفس مجروح ہو رہی ہو اور پھر وہ چاہے کہ مزے کی زندگی گزارے، یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

ظلم کا تصور اور جلد سزا

بعض گناہوں کی سزا بہت جلد ملتی ہے۔ ان میں ایک ظلم بھی ہے، اس کی سزا بھی دنیا میں بہت جلد ملتی ہے۔ ہمارے یہاں ظلم کا تصور بہت محدود رہ گیا ہے، قتل کر دینا صرف یہی سمجھتے ہیں، لیکن زبان سے جو آج معاشرے میں ظلم رواج پا گیا ہے، اس سے ہر وقت دوسروں کی عزتوں کے ساتھ کھیلتا ہے۔ یہ ظلم آج ہمارے ظلم کے تصور سے ہی نکل چکا ہے۔ مال کا ظلم چھوٹا ہے، عزت کا ظلم اس سے بڑا ہے۔ اس لیے کہ عزت بچانے کے لیے دنیا مال لگا دیا کرتی ہے۔ تو مال کا ڈاکو بھی ڈاکو ہے، لیکن عزت و آبرو کا ڈاکو تو اس سے بڑا ڈاکو ہے۔ یہ تو اس سے بڑا ظلم ہے۔

صحبتِ صالح کا اہتمام

یہ چاروں چیزیں زندگی میں آجائیں، اس کے لیے مستقل توانائی کی ضرورت ہے اور وہ کیسے ملے گی؟ جب آدمی اچھی صحبت میں بیٹھے گا۔ ایسے ماحول میں اپنے بچوں کو، اپنے گھر والوں کو لے کر آتا رہے گا جہاں بیٹھنے سے اس کے ایمان میں ترقی ہو، اللہ کی طرف دھیان زیادہ ہو۔ اگر ایسا ماحول مل جائے تو بہت بڑی نعمت ہے، اسے بھی اپنی زندگی کا حصہ بنا لو۔ دنیا کے مشغلوں میں آدمی رہتا ہے تو سچی بات ہے اپنی اصلاح کی فکر ہی ختم ہو جاتی ہے۔ کسی اللہ والے کے ساتھ، کسی عالم ربانی کی صحبت میں ضرور جاتا رہے۔ جس سے اس کی مناسبت ہو، جس کی اس کے دل میں عقیدت ہو اور عظمت ہو۔ اگر یہ نعمت مل جائے اسے غنیمت سمجھ لو۔

حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ اچھی صحبت کا کم از کم فائدہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی کو اپنی کمزوریوں کا احساس ہونے لگتا ہے۔ پہلے تو یہ تھا کہ سب ٹھیک چل رہا ہے، سب صحیح ہو رہا ہے، لیکن اچھی صحبت سے اتنا ضرور ہوتا ہے کہ آئینہ سامنے آجاتا ہے۔ ہم کہاں کھڑے ہیں؟ ورنہ اگر یہ صحبت نہ ملے، یہ خیر کے تذکرے نہ ملیں تو آدمی جتنی جہالت کی زندگی گزار رہا ہو مطمئن ہوتا ہے۔ بسا اوقات آدمی کسی اللہ والے کی مجلس میں جاتا ہے تو مایوس ہونے لگتا ہے کہ ہم تو ایسا لگتا ہے کچھ کر ہی نہیں رہے، ہم کچھ کر ہی نہیں رہے۔ میرے عزیزو! مایوسی کی بات نہیں، بلکہ صرف یہ فکر کی بات ہے کہ ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔ جو لوگ ایسے ماحول میں نہیں اٹھتے بیٹھتے وہ بسا اوقات غلطیوں پر اتنے مضبوط ہو جاتے ہیں کہ اس باہر کے ماحول میں انھیں اپنی غلطیوں کا احساس بھی نہیں رہتا۔ غلط کو بھی وہ صحیح کہہ رہے ہوتے ہیں۔ جو لوگ ایسی مجالس میں اٹھتے بیٹھتے ہیں وہ کتنے فتنوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک راستہ ہے، جس کی بدولت آدمی پھر دین میں ترقی کرتا ہے۔

ان پانچ چیزوں کا اہتمام کرنے کی برکت سے سارے دین کا راستہ کھل جائے گا اور زندگی میں بھلائی آجائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اِخلاص سے مانگی ہوئی دعا کبھی رد نہیں ہوتی

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

دُعا اگر خلوص سے مانگی جائے تو کبھی رد نہیں ہوتی ‘خُصوصاً ہدایت کی دعا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے : يَهْدِىٓ إِلَيْهِ مَن يُنِيبُ
کہ جو اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے محروم نہیں فرماتے۔

اس لیے یہ طریقہ تعلیم دیا گیا ہے کہ آدمی چاہے کتنی ہی گمراہی میں پڑا ہوا ہو‘ فِطری گمراہی ہو یا عقلی اور کیسی ہی بُری صحبت میں ہو یا بُرے حالات میں ‘لیکن اگر خُلوصِ دل سے اللہ تعالیٰ سے مانگے کہ

یا اللہ ! مجھے دین پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما !
یا اللہ ! میں آپ کا قُرب چاہتا ہوں !
یا اللہ ! میں نبی پاک ﷺ کا اِتّباع چاہتا ہوں !
میں بے ہمّت ہوں‘ مجھے ہمّت عطا فرمادے !
میں بے حوصلہ ہوں‘ مجھے حوصلہ عطا فرما !
میں اپنی خواہشات کا قیدی بنا ہوا ہوں ‘ مجھے اس سے آزادی عطا فرما !

اگر اللہ سے اس طرح مانگتے رہیں گے تو کیسے بھی حالات ہوں ضرور بالضرور اللہ تبارک وتعالیٰ دُعا قبول فرمائیں گے۔

اسی لیے حضرت حکیم الامّتؒ متعدد مقامات میں وعظ فرمانے کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ میں ایک وعدہ لینا چاہتا ہوں اور وہ وعدہ یہ ہے کہ روزانہ سونے سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حُضور حاضر ہو کر یہ دعا کیا کرو کہ

یااللہ ! میں آپ کے دین پر چلنا چاہتا ہوں‘ مجھے اپنا بنا لیجیے اور اپنا قُرب عطا فرمادیجیے !

تو میں ضمانت دیتا ہوں کہ چالیس دن تک کوئی یہ عمل کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو دین پر چلنے کی توفیق عطا فرماتے ہیں۔

بزرگوں سے سُنی ہوئی تجربات کی بات بتا رہا ہوں کہ

اللہ سے رجوع کرنے کے دو طریقے ہیں۔

پہلا طریقہ: ایک ہے دعا اور انابت کہ اِنسان جب زندگی گزارتا ہے تو بہت سی حاجتیں پیش آتی ہیں چھوٹی بڑی۔ غرض جو بھی حاجت پیش آئے اللہ سے مانگنے کی عادت ڈالے ‘سواری پر سوار ہو رہے ہوں‘ گھر میں داخل ہو رہے ہوں‘ ہوا کے لیے‘ بارش کے لیے غرض یہ کہ ہر چیز کے لیے اللہ ہی سے دعا مانگے۔

حضورِ اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر تم میں سے کسی کے جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اللہ سے مانگو۔ اللہ کے نبی ﷺ نے اس میں بھی جو کہ ایک چھوٹا سا کام ہے تعلیم دی کہ وہ بھی اللہ سے مانگو‘ اس لیے کہ کوئی بھی سبب اللہ کی پیدا کی ہوئی تاثیر کے بغیر موثر نہیں ہو سکتا‘ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کے پاس تمام اسباب موجود ہوتے ہیں لیکن ان میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تاثیر نہیں ہوتی جس کی وجہ سے تمام اسباب بیکار ہو جاتے ہیں۔

مجھے ایک صاحب سُنا رہے تھے کہ ایک مرتبہ عمرہ کو جا رہے تھے ‘ایک امیر ترین دولت مند آدمی بھی میرے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے ان کو وہاں پیش آنے والے حالات سے باخبر کیا‘ تا کہ کچھ اِحتیاطی تدابیر کر لیں تو اُنھوں نے کہا کہ ”ارے بھائی ! پیسہ ہے تو سب کچھ ہے۔“ وہی صاحب سُنا رہے تھے کہ دوسرے دن فجر کی نماز کے بعد میں مسجدِ نبوی سے نکل رہا تھا کہ وہ صاحب وہاں ایک کونے میں بیٹھے بہت بُری حالت میں ملے۔ میں نے پوچھا کہ کیا حال ہے؟ کہنے لگے کہ میں آیا تو کوئی ہوٹل خالی نہیں ملا اور کھانے کے لیے گیا تو لائن اتنی لگی ہوئی تھی کہ کھانا نہیں ملا‘ بغیر سحری کے روزہ رکھ لیا۔ تو پیسہ ہے ‘دولت ہے ‘سب کچھ ہے ‘مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تاثیر نہیں تو سب بیکار ہے۔

رُجوع الی اللہ کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہر وقت اللہ کا شکر ادا کرتا رہے ‘اس لیے کہ ہر وقت انسان پر اللہ کی نعمتوں کی بارش ہو رہی ہے۔ صرف اپنے وُجود پر غور کر لو کہ آنکھ اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہے ‘زُبان کی گویائی‘ کان کی سماعت اور سارے جسم کا جو کارخانہ اللہ نے لگایا ہے ‘ایک ایک عضو ایک مستقل جہاں ہے۔ اس کے علاوہ بے شمار نعمتیں اللہ کی طرف سے برستی رہتی ہیں‘ لیکن ان نعمتوں کا احساس کر کے اس کا شکر ادا کرنے کی توفیق کب ہو گی ! اسی لیے قرآن کریم میں فرمایا گیا : ”وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ“ (سبا : ۱۳)

کہ میرے بندوں میں شکر گُزار بندے کم ہیں۔

ہمارے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر شیطان کے حملوں سے حفاظت کا بہت بڑا ہتھیار ہے ‘جو بندہ شکر گُزار ہو گا وہ شیطان کے حملوں سے ضرور محفوظ رہے گا۔

حضرت مولانا تھانوی قدّسَ اللہ سِرّہٗ فرماتے ہیں کہ جب شیطان راندہ درگاہ کیا جا رہا تھا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے چیلنج کیا تھا کہ میں بندے کو ہر طرف سے گمراہ کروں گا‘ ہر طرف سے اس پر حملہ کروں گا ان حملوں کا نتیجہ یہ ہو گا کہ

”وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ“ (الاعراف : ۱۷)

کہ اکثر لوگوں کو آپ شکر گزار نہیں پائیں گے۔

حضرتؒ فرماتے ہیں کہ شیطان کا سب سے بڑا حربہ یہ ہے کہ بندے شکر کرنے سے محروم رہیں ‘اس لیے شکر ادا کرنے کی عادت ڈالیں ‘ہر چھوٹی بڑی نعمت پر جو نعمت حاصل ہو ‘جو بات اچھی لگے

”اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ“

کہتے رہیں اور رات کو سوتے وقت اللہ کی جو نعمتیں دن بھر میں مُیسر آئی ہیں ان کا تصوّر کر کے اللہ کا شکر ادا کریں کہ

یااللہ ! آپ کا شکر ہے کہ آپ نے صبح کے وقت عافیت کے ساتھ اُٹھایا !

روزگار اچھا ہے تو ”اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ“

مکان اچھا ہے تو ”اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ“ کہتے رہیں

غرض ہر ہر نعمت کا تصوُّر کر کے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی عادت ڈالیں۔

ان دو چیزوں کی جتنی عادت ڈالیں گے اُتنا ہی اللہ سے تعلّق مضبوط ہو گا ‘رُجوع الی اللہ کی توفیق نصیب ہو گی ”وَيَهْدِىٓ إِلَيْهِ مَن يُنِيبُ“ کے اندر شامل ہوں گے ‘نیز اس پر اللہ کی طرف سے وعدہ بھی ہے کہ جو بندہ ہماری طرف رجوع کرتا ہے ہم اس کو ہدایت عطا فرماتے ہیں اور اس کو اپنا قُرب عطا فرماتے ہیں ۔

میں اپنے سارے بھائیوں کو یہی پیغام دینا چاہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کو بھی۔ اللہ کی طرف رجوع کرنے کو اپنا شِعار بنائیں ‘اپنی عادت بنائیں۔

میرے شیخ حضرت عارفیؒ فرمایا کرتے تھے کہ رٹ لگالو دعائوں کی اور شکر ادا کرنے کی ‘پھر دیکھو انشاء اللہ کیا سے کیا ہوتا ہے۔ اللہ اپنے فضل سے ہم سب کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بقیہ اُمیدِ بہار رکھ

”نہیں فائق ! یہ بچہ ہے۔ ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ ہم اس کے لیے رول ماڈل بنیں بیٹا !۔“ قمر الدین صاحب بولے۔

”یہ اگر ہم میں منافقت دیکھے گا‘ رمضان میں کچھ اور رمضان کے بعد کچھ اور تو کیا سیکھے گا ہم سے ؟ آج سے ہم سب انشاء اللہ ! ٹی وی کے گناہ سے توبہ کرتے ہیں۔

ٹھیک ہے ناں میرا بچہ...“ دادا قمر الدین صاحب یہ کہہ کر پوتے کو گود میں اٹھا کر پیار کرنے لگے۔ پھر کہا : ”کل میں دنیا سے چلا جاؤں گا تو میرا پوتا میرے لیے بہترین صدقہ جاریہ بنے گا۔

انشاء اللہ !“ فائق نے کہا۔

کچن میں عنبر کی آنکھیں شکرانے کے آنسوؤں سے تر ہو کر متواتر بہہ رہی تھیں اور وہ دل ہی دل میں کہنے لگی : ”میرے اللہ ! تُو کتنا رحیم ہے ‘کتنا کریم ہے۔“

”دادا ! امام صاحب نے کہا تھا ناں کہ مسجدیں اللہ کا گھر ہیں اور آپ سب اس کو رمضان کے بعد بھی جماعت کی نماز ادا کر کے آباد رکھیے گا‘ مساجد ویران نہ ہونے پائیں۔ داداجان میں بھی آپ کے ساتھ جماعت کی نماز میں جایا کروں گا‘ تا کہ اللہ کے گھر صرف رمضان میں نہیں بل کہ ہمیشہ آباد رہیں۔“

”بالکل بیٹا ! ضرور اور فجر میں باباجان کو بھی اٹھانا مت بھولنا۔“ دادا بولے۔

ان کو عمر کے آخری حصے میں یہ احساس ہو رہا تھا کہ یہ اولاد اگر نیک ہوں تو آخرت کے لیے بہترین سرمایہ ہیں ‘اس کے لیے بہترین نمونہ پہلے خود پیش کرنا ہو گا‘ کیوں کہ بچے کی کردار سازی میں گھر بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

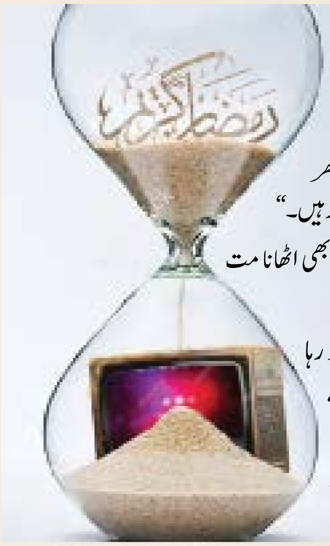

Shangrilla

دیکھنا کہیں کوئی روٹھ نہ جائے

رضی الدین سید

مصروف زندگی میں یہ خوبصورت اشعار شاید آپ نے بھی کبھی سنے ہوں گے۔

دو لفظ تسلی کے، جس نے بھی کہے، اس کو
افسانہ سنا ڈالا، تصویر دکھا ڈالی

اور

کہیں برق چمکے میں جل اٹھوں، کوئی تارا ٹوٹے میں رو پڑوں
یہ دلِ ستم زدہ ہم نشیں ۔ کسی کائنات سے کم نہیں !

چناں چہ طبّی لحاظ سے بھی اور جذباتی لحاظ سے بھی، زندگی کے سارے کھیل کا دارومدار گوشت کے اسی چھوٹے سے لوتھڑے پر موقوف ہے۔ وہ لوتھڑا جسے اپنی زبان میں ہم دل کہتے ہیں۔ اسی دل کے اثرات سے ہم خوش ہوتے ہیں، اور اسی سے ہم ناخوش ہوتے ہیں۔ یعنی

شاد کر دیا، تو کبھی ناشاد کر دیا
دل کو تمہارے کھیل نے برباد کر دیا

گزشتہ ادوار میں جبکہ اقدار زندہ تھیں، مذہب سر گرم تھا، اور مادیت ہم سب سے پرے پرے چلتی تھی، ایک دوسرے کے جذبات واحساسات کا خیال رکھنا ہر شخص خود پر از خود واجب سمجھتا تھا۔ دل کا توڑنا تب ایک بڑا پاپ سمجھا جاتا تھا۔ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ ہم دردی اور غم خواری کیا کرتے تھے۔ کسی کی ذرا سی تکلیف پر کئی افراد ایک ساتھ مدد کو پہنچ جاتے تھے۔ لوگ خوشیاں بانٹتے اور غموں میں حصہ داری کیا کرتے تھے۔ کوئی فرد خود کو تب تنہا محسوس نہیں کرتا تھا۔ کسی کی بیٹی پورے گاؤں کی بیٹی سمجھی جاتی تھی اور اس کی رخصتی میں گاؤں کا ہر فرد کچھ نہ کچھ اپنی حصے داری ضرور کیا کرتا تھا۔ دلوں کو توڑنے کے بجائے لوگ دلوں کو جوڑا کرتے تھے۔ کہا کرتے تھے کہ

دل وہ نگر نہیں کہ پھر آباد ہو سکے
پچھتاؤ گے سنو ہو، یہ بستی اجاڑ کر !

ہر شخص یقین سے جانتا تھا کہ یہ دل اصل میں اللہ کا گھر ہے، اس لیے اس پر جو بھی وار کرے گا، اپنے اللہ کو ناراض کرے گا۔ اسی باعث ماضی کی ہر بستی میں "محبت کے زمزمے" بہہ رہے ہوتے تھے۔ نیکیاں کرنی تب بہت آسان ہوا کرتی تھیں، جب کہ گناہ کرنے کے لیے بڑی مشکل ہی سے کوئی جگہ دست یاب ہوتی تھی۔

وہ اگر دلوں کو جوڑا کرتے تھے تو اس کی ترکیبیں بھی جانا کرتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ دل گوشت پوست کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے۔ جانتے تھے کہ اس گوشت پوست کے ننھے سے ٹکڑے کے تقاضے کیا ہیں؟ دکھ درد میں کام آنا، میٹھی زبان کا شہد دلوں میں اتارنا، اپنا آج کسی کے کل پر وار دینا، تعلقات بنا کے رکھنا، تحفے تحائف کے تبادلے کرنا، خلوص نچھاور کرنا، بڑوں کی عزت کرنا، زبان کو قابو میں رکھنا، وعدوں کو پورا کرنا، حقوق مانگنے کے بجائے حقوق دینے والے بننا، غیبت اور جھوٹ سے پرہیز کرنا، رشتے داریوں میں دراڑیں نہ آنے دینا، اور باہمی تنازعات کو خاندان کے بزرگوں ہی سے حل کروالینا وغیرہ۔ بس یہی وہ اجزائے ترکیبی ("ریسیپیز") ہیں جن سے دل جڑتے اور مضبوط ہوتے ہیں۔ کل بھی اس کے اجزائے ترکیبی یہی تھے، اور آج بھی اس کے اجزائے ترکیبی یہی ہیں !۔ سر مو بھی ان میں فرق نہیں آیا ہے۔

مگر وقت کا بے رحم پہیہ جب مغربی یلغار کو لے کر ہمارے ہاں داخل ہوا تو ایسا لگا جیسے وہ ہماری تمام مشرقی اقدار و تہذیب کو بہا کر لے گیا ہے۔

"تھا جو ناخوب، بتدریج خوب ہوا"

اخلاق واصول کی جگہ مادیت نے مقام بنایا۔ ایثار وقربانی نے غتربود ہو کر سنگ دلی کو جگہ فراہم کی، دلوں میں تنگی آنے لگی، محبت کی جگہ نفرت پروان چڑھنے لگی۔ پہلے ایک صفت معاشرے سے غائب ہوئی، پھر دوسری صفت غائب ہوئی، پھر تیسری، اور پھر چوتھی۔۔۔۔ حتیٰ کہ کسی دردمند شاعر کو مجبور ہو کر پھر یہ آنسو بہانے پڑے۔

نہ محبت، نہ مروت، نہ خلوص اے شعری!
میں تو شرمندہ ہوں اس دور کا انساں ہو کر

لوگوں کے نزدیک اس دور میں نیکی کسی چیز کا نام نہیں۔ مذہب پرانے دور کا کوئی

مسئلہ تھا' اخلاقی قدریں انسان کو مادی سہولیات فراہم نہیں کرتیں۔ دوسروں کی فکر سے زیادہ ذاتی فکر مقدم ہونی چاہیے۔ حق دینے کے بجائے حق کو چھین لینا چاہیے۔ بزرگوں کا احترام ماضی کے دور میں اچھا لگتا تھا اور لوگوں کو حقیر جاننا اور انہیں بے وقعت کرنا وقتِ حاضر کا تقاضا ہے وغیرہ۔

دل جو لوگوں کے نزدیک انسانی زندگی میں سب سے مقدم مقام رکھتا تھا' اور جسے توڑنا خانہ کعبہ کے توڑ دینے کے برابر سمجھا جاتا تھا' آج وہ لوگوں کے نزدیک محض ایک کھلونے کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ لوگ اسے دن رات توڑتے ہیں' بار بار توڑتے ہیں' ہزار بار توڑتے ہیں۔ کسی کو ایذا دینا' اسے بے عزت کرنا' اس کے ساتھ جھوٹ بولنا' غلط وعدے کرنا' بچوں کو اغوا کر لینا' زیادتی کر لینا' پینے کے پانی کی مار مارنا' طعنے دینا' راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرنا' دروازوں کے آگے گندگی کا ڈھیر ڈال دینا' غلط مقدموں میں پھنسا دینا' گھروں کو آگ لگا دینا' انتقام کی آگ میں عورتوں کو سڑکوں پر برہنہ رقص کروانا' بزرگوں کو بھیگی بلی بنا دینا' وغیرہ یہ سب آج کے دور کے مقبولِ عام چلن ہیں۔ اور اسی اذیت ناک چلن کے نتائج آج ہم سب دیکھ رہے ہیں کہ برکتیں اٹھ گئی ہیں' محبتیں پیسے سے ناپی جانے لگی ہیں' بیماریوں نے ڈیرے ڈال دیئے ہیں' اور ہر شخص گویا محسوس کرنے لگا ہے کہ

”اس بھری پری دنیا میں کوئی بھی تو اس کا نہیں ہے!“

پہلے اکا دکا خون بھی جو بہا کرتے تھے' تو آبادی کی آبادی خوف وہراس میں مبتلا ہو جاتی تھی' لیکن آج دسیوں اور بیسیوں خون اجتماعی طور پر ایک ساتھ کیے جاتے ہیں' مگر معاشرے پر اس کا مطلق بھی اثر نہیں ہوتا۔ پہلے کسی دوسرے کی بدحالی دیکھ کر بھی آنکھیں نم ہو جایا کرتی تھیں' مگر آج سب کو برباد ہوتا دیکھ کر بھی کسی کی آنکھوں سے آنسو نہیں ٹپکتے!۔ یعنی

فانی! جس میں پانی کیا؟ دل کے لہو کا کال نہ تھا
ہائے! وہ آنکھ آج پانی کی دو بوندوں کو ترستی ہے

کس قدر حیرت کی بات ہے کہ جہاں ہمیں محبت کے پل تعمیر کرنے چاہئیں' وہاں ہم نفرتوں کی دیواریں اٹھا رہے ہیں اور جہاں ہمیں سب کو ساتھ لے کر چلنا چاہیے' وہاں ہم سب کو ٹکرے ٹکڑے کر کے بانٹ رہے ہیں۔ وقت تقاضا کر رہا ہے کہ اخوت و محبت کی وہی فضا پروان چڑھائی جائے' اور وہی ایام ایک بار پھر لوٹائے جائیں' جب کوئی اکیلا فرد مصیبت میں مبتلا ہوتا تھا تو دسیوں ہاتھ اس کی دست گیری کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ اور جب نیکیاں کرنی آسان اور برائیاں کرنی مشکل ہوتی تھیں۔ پہلے آمدنیاں کم اور گھر سادے تھے' مگر معاشرہ جنت نشان نظر آتا تھا۔ آج آمدنیاں لاکھوں میں پہنچ گئی ہیں مگر معاشرہ ہے کہ جہنم کا نمونہ بنا ہوا نظر آرہا ہے۔

جہلِ خرد نے دن یہ دکھائے!
گھٹ گئے انساں' بڑھ گئے سائے

قارئینِ گرامی! رمضان المبارک کے آخری ایام ہیں۔ آئیں ہم اس بات کا عہد کریں کہ محبت واخوت کی قدیم فضا کو دوبارہ پروان چڑھائیں گے۔ دوسروں کے لئے دستِ تعاون دراز کریں گے' نفرتوں کے انگارے دور کریں گے اور شفقتوں کی کلیاں کھلائیں گے۔ ”آئو کہ خورشیدِ نو کا سامانِ سفر تازہ کریں“ نہ کسی کا دل دکھائیں گے' نہ کسی سے غلط وعدے کریں گے' نہ کسی کی بے عزتی کریں گے' نہ بزرگوں کے احترام میں کمی آنے دیں گے' نہ کسی کو اپنی جانب سے تکلیف دیں گے' اور نہ ”همازٍ مشاءٍ بنمیمٍ مناعٍ للخیر“ بنیں گے۔

کاش! ہم باز آجائیں اپنے متکبرانہ رویے سے' کسی پر طنز کی بوچھار کرنے سے' کسی کی راہ میں مسائل کھڑے کر دینے سے' اور کسی کو انتظار کی صلیب پر لٹکائے رکھنے سے۔ یاد رکھیے: ہمارے شعوری یا لاشعوری رویے سے کہیں لوگوں میں منفی جذبات پروان نہ چڑھیں۔ لوگ ہم سے مایوس ہو کر خود کو بے سہارا محسوس نہ کرنے لگیں۔ ہم ایک بار پھر کہتے ہیں کہ دیکھنا

ہمارے رویوں سے کہیں کوئی ”ٹوٹ“ نہ جائے! کہیں کوئی ”روٹھ“ نہ جائے!

بقیہ

اجارہ
اسلامی تمویل کا ایک اہم ذریعہ

دوسری چیز جو اجارہ کو کنونشنل (سودی) لیزنگ سے ممتاز کرتی ہے، وہ یہ ہے کہ اجارہ میں کرایہ کی ادائیگی اثاثے کی ڈلیوری کے بعد شروع ہوتی ہے، جبکہ کنونشنل (سودی) لیزنگ میں اثاثے کی خریداری کے ساتھ ہی لیزنگ کنٹریکٹ شروع ہو جاتا ہے۔

جب سے دنیا نے گلوبلائزیشن کا ذائقہ چکھا ہے تو مختلف کاروبار بھی وجود میں آنا شروع ہو گئے ہیں اور ان کے لیے حلال ذرائع سے فنانس کا حصول ایک زمانے میں بہت مشکل تھا، لیکن جب سے اسلامی مالیاتی ادارے وجود میں آئے ہیں، اس وقت سے اب حلال ذرائع سے فنانس کا حصول بہت آسان ہو گیا ہے۔ اسلامی مالیاتی اداروں میں فنانس کے بہت سے ذرائع متعارف ہیں اور ان میں سے ایک اجارہ بھی ہے، جس کی تفصیل اوپر بیان کی گئی ہے۔ ایک مسلمان تاجر نہ صرف حلال کاروبار کرتا ہے، بلکہ اس کاروبار کے تمام امور میں شریعت مطہرہ کی پیروی کو اپنے ایمان کا جزو سمجھتا ہے، اس لیے جب ہمارے پاس حلال ذرائع سے تمویل کا حصول ممکن ہے تو پھر سودی اداروں کی جانب رخ کرنا چہ معنی دارد؟ حالانکہ شریعت نے سختی سے سود کی ممانعت کی ہے، اس لیے آج سے ہم یہ عہد کرتے ہیں کہ ہم سودی معیشت کا حصہ بننے سے نہ صرف اپنی ذات کو بچائیں گے، بل کہ دوسروں کو بھی سود کی بھول بھلیوں میں بھٹکنے سے بچانے کا ذریعہ بنیں گے۔ کنٹریکٹ اور دوسرا کنٹریکٹ خرید وفروخت کا ہوتا ہے۔ اجارہ کنٹریکٹ میں اس بات کو طے کر لیا جاتا ہے کہ مستاجر مثلاً پانچ سال تک مذکورہ اثاثہ استعمال کرے گا اور اس کے عوض ایک مخصوص رقم کرایہ کی مد میں ادا کرے گا اور سیل کنٹریکٹ میں اس بات کو طے کیا جاتا ہے کہ مستاجر آخر میں اس چیز کی Book Value ادا کر کے اس کا مالک بن جائے گا۔ اس کے برعکس ”کنونشنل لیزنگ“ میں صرف لیز کا کنٹریکٹ ہی کیا جاتا ہے اور اسی میں ہی یہ بات طے ہو جاتی ہے کہ Lessee آخر میں یا ادائیگی کرنے کے ساتھ ساتھ ہی مالک بھی بنتا جائے گا۔ یہ شرعاً صحیح نہیں ہے' کیوں کہ اس میں ایک کنٹریکٹ میں دوسرا کنٹریکٹ بغیر اس کنٹریکٹ کے کیے لازم آرہا ہے اور ہر ایسا کنٹریکٹ جس میں دوسرا کنٹریکٹ بغیر اس کے کیے لازم آئے' وہ شرعاً صحیح نہیں ہے۔ اس کو فقہ میں صفقۃ فی الصفقۃ کہتے ہیں اور اسلام میں اس سے منع کیا گیا ہے۔

غلام عباس

اجارہ
اسلامی تمویل کا ایک اہم ذریعہ

اسلامی ذرائع تمویل میں سے ایک اہم ذریعہ اجارہ ہے۔ اسلامی مالیاتی اداروں میں بھی اس کا استعمال کثرت سے ہے۔ متعدد افراد سے یہ بات سننے کو ملتی ہے کہ سودی بینکوں میں جو لیزنگ کا تصور ہے' اس میں اور اسلامک لیزنگ (اجارہ) میں بظاہر کوئی خاص فرق نہیں۔ لیکن بہت سی وجوہ سے یہ تصور غلط ثابت ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم اجارہ کی اصطلاحی تعریف' اس کا طریقہ کار اور آخر میں لیزنگ اور اجارہ کے درمیان فرق کو واضح کریں گے۔

اجارہ (Leasing) کیا ہے؟

اجارہ ایک اسلامی فقہی اصطلاح ہے' جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی نہ ختم ہونے والے اثاثے کے استعمال کا حق اور اس کی منفعت کسی دوسرے شخص کو اس شرط پر دینا کہ وہ اس اثاثے کو استعمال کرنے کے عوض مالک کو متعین رقم ادا کرے گا۔ اجارہ میں دو پارٹیاں ہوتی ہیں' جن کے درمیان یہ کنٹریکٹ اور معاہدہ سرانجام پاتا ہے' مالک کو موجر (Lessor) اور اجارہ پر اثاثہ لینے والے کو مستاجر (Lessee) کہا جاتا ہے۔

اجارہ کے بنیادی اصول

اجارہ کی شرعی صحت کے لیے مندرجہ ذیل باتوں پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔

پیریڈ کا متعین ہونا

اجارہ میں پیریڈ کا تعین ضروری ہے کہ جس پیریڈ میں وہ اثاثہ (Lessee) کے استعمال میں رہے گا۔

کرایہ کا تعین

فریقین کے درمیان کرایے کے معاملے میں جس رقم پر اتفاق ہو جائے' اس کا تعین ضروری ہے۔ اگر کچھ مدت بعد رقم بڑھانے کا ارادہ ہو تو اس کے لیے جو بنچ مارک بنایا جائے' اس کو بھی متعین کر دیا جائے' تاکہ بعد میں ہر قسم کے اختلاف سے بچا جا سکے۔ یہ بھی یاد رہے کہ فریقین مل کر ہی کرایے میں کمی وبیشی کر سکتے ہیں' ایک فریق کو اختیار نہیں کہ وہ کرایے میں کمی وبیشی کر سکے۔

ملکیت

جو بھی اثاثہ اجارہ پر دیا جارہا ہے اس پر ملکیت بدستور موجر (LESSOR) کی برقرار رہے گی اور مستاجر (LESSEE) کے پاس وہ بطور امانت کے ہوگا' چناں چہ اس بنا پر اگر وہ چیز مستاجر کے کسی عمل کے نتیجے میں یا اس کی غفلت کی وجہ سے ضائع ہو جاتی ہے تو مستاجر اس چیز کی قیمت موجر کو دینے کا پابند ہوگا' لیکن اگر چیز کی ہلاکت میں مستاجر کا کوئی عمل دخل نہیں ہے تو پھر اس پر کسی بھی قسم کا تاوان یا چارجز عائد نہیں کیے جائیں گے۔

اجارہ پر دی گئی چیز کے استعمال کا مقصد

اجارہ کے صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ جو چیز اجارہ پر دی جارہی ہے' اس کا مقصد واضح ہو کہ اس کو کس کام میں استعمال کیا جائے گا اور اگر اس کو واضح نہ کیا تو عرف میں وہ چیز جس مقصد کے لیے استعمال ہوتی ہے' وہاں پر ہی اس کا استعمال ضروری ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور جگہ میں اس کو استعمال کرنا جائز نہیں ہوگا۔

اجارہ میں ہونے والے اخراجات

جو چیز اجارہ پر دے رہے ہیں' اس پر ہونے والے اخراجات کون برداشت کرے گا؟ موجر یا مستاجر؟

اس میں تفصیل یہ ہے کہ ہر وہ خرچہ جو ملکیت کی وجہ سے لازم آئے وہ موجر کے ذمہ ہوگا' جیسے پراپرٹی اجارہ پر دی ہے تو پراپرٹی ٹیکس موجر کے ذمہ ہوگا' کیوں کہ یہ ملکیت کا خرچہ ہے اور بجلی و پانی کے بلز اور ان کے متعلقہ ٹیکس مستاجر کے ذمہ ہوں گے' کیوں کہ یہ استعمال کے خرچے ہیں' اور ہر وہ خرچہ جو استعمال کے نتیجے میں لازم آئے' وہ مستاجر ادا کرے گا۔

انشورنس کروانا

اجارہ پر دیے جانے والے اثاثے کی اسلامی طرز پر انشورنس کروائی جاسکتی ہے' تاکہ ممکنہ نقصانات سے بچا جاسکے اور اس پر آنے والا تمام خرچ موجر کے ذمہ ہوگا' کیوں کہ یہ ملکیت کا خرچ ہے۔

اجارہ بطور کاروباری ضرورت

اجارہ مالیات کی فراہمی کا ایک اسلامی طریقہ ہے' جو اسلامی مالیاتی ادارے استعمال کر رہے ہیں۔ مثلاً اگر ہمیں اپنے کاروبار کے لیے مال کی ضرورت ہے تو ہم سودی بنیادوں پر پیسے کے حصول کے بجائے اجارہ کے ذریعے اپنی مالی ضرورت پوری کرسکتے ہیں۔ اس کو مندرجہ ذیل مثال سے سمجھا جاسکتا ہے کہ اگر ایک آدمی کو کاروبار کے لیے مشینری کی ضرورت ہے تو وہ اپنی اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے سودی اداروں کا رخ کرنے کے بجائے اسلامی مالیاتی اداروں سے رابطہ کرے اور مذکورہ مشینری کا حصول اسلامی اصولوں کے مطابق یقینی بنائے' جس کا ایک مخصوص طریقہ کار ہے کہ اسلامی مالیاتی ادارہ اس مشینری کو اپنے نام سے خریدے گا اور پھر اس کو مذکورہ مشینری کو اجارہ پر دے دے گا اور یہ شخص اسلامی مالیاتی ادارے سے ایک اور کنٹریکٹ کرے گا کہ مقررہ مدت کے بعد وہ اس مشینری کو اس کی حتمی قیمت (BookValue) پر خریدنے کا وعدہ کرے گا۔ اس طرح ایک تاجر کی کاروباری ضرورت بھی پوری ہو جائے گی اور وہ سود میں مبتلا ہونے جیسے خطرناک گناہ سے بھی بچ جائے گا۔

اجارہ بطور ذاتی ضرورت:

اگر کسی آدمی کو کاروبار کے لیے نہیں' بل کہ اپنی ذاتی ضرورت کے لیے مال کی ضرورت ہے تو وہ بھی سودی چکروں میں پڑنے کے بجائے اجارہ سے اپنی یہ ضرورت پوری کرسکتا ہے' جیسے ایک آدمی کو گاڑی کی ضرورت ہے' لیکن اس کے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں کہ وہ گاڑی خرید سکے تو وہ بھی اجارہ کے ذریعے اپنی اس ضرورت کو پورا کرسکتا ہے جس کا طریقہ وہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کیا۔

اجارہ منتھائیہ بالتملیک

یہ اجارہ کی ایک خاص صورت ہے جس میں اجارہ کی مدت کے اختتام پر مستاجر اجارہ پر حاصل کیے ہوئے اثاثے کا مالک بن جاتا ہے' لیکن یہاں ایک بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ یہاں اجارہ کے کنٹریکٹ میں اس بات کی شرط لگانا درست نہیں ہوگا کہ آخر میں مستاجر کے لیے اس اثاثے کو خریدنا ضروری ہے' بل کہ اس کا الگ سے کنٹریکٹ ہوگا کیوں کہ شریعت میں ایک کنٹریکٹ میں دوسرے کنٹریکٹ کا لزوم بغیر اس کنٹریکٹ کے کرنا ممنوع ہے اس لیے ہر کنٹریکٹ اپنے مقام پر کیا جائے گا۔

اجارہ منتھائیہ بالتملیک کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں۔

- اجارہ کے اختتام پر جب کرایے کی مد میں موجر نے اس اثاثے کی پوری قیمت وصول کرلی ہو تو وہ اس کو مستاجر کو بطور ہدیہ اور گفٹ کے دے سکتا ہے۔
- اس اثاثے کی BookValuue کو ادا کرکے مستاجر اس اثاثے کا مالک بن سکتا ہے۔
- اجارہ کی مدت کے دوران بھی تھوڑی تھوڑی ملکیت مستاجر کو ٹرانسفر ہوتی رہے۔

اجارہ کب ختم ہوگا؟

اجارہ کی جو بھی مدت موجر اور مستاجر کے مابین طے ہوئی ہو اس کے اختتام پر اجارہ کنٹریکٹ بھی اپنے اختتام کو پہنچ جائے گا' مدت کے اختتام سے پہلے بھی باہمی رضامندی سے اجارہ کا کنٹریکٹ ختم کیا جاسکتا ہے' مدت کے اختتام سے پہلے موجر کو صرف اس وقت اجارہ کنٹریکٹ کو ختم کرنے کا حق حاصل ہوگا جب مستاجر کی جانب سے اجارہ کنٹریکٹ میں طے شدہ اصولوں کی خلاف ورزی پائی جائے' تاہم اگر مدت کے دوران اجارہ کنٹریکٹ ختم کیا گیا تو موجر کو بقیہ مدت کا کرایہ لینے کا حق ختم ہو جائے گا۔

کنونشنل (سودی) لیزنگ اور اجارہ میں فرق

اتنی بات تو کنونشنل لیزنگ اور اسلامک فنانشل اداروں میں ہونے والے اجارہ کنٹریکٹ میں مشترک ہے کہ لیز اور اجارہ پر دیا جانے والا اثاثہ بالآخر مستاجر کی ملکیت میں آجاتا ہے۔ لیکن اس ملکیت کے انتقال میں تھوڑا سا اختلاف ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ ''اجارہ'' میں درحقیقت دو کنٹریکٹ ہو رہے ہوتے ہیں' ایک اجارہ کا (بقیہ ص 14 پر)

Arabian

17

مسائل
پوچھیں اور سیکھیں

مفتی محمد توحید

زکوۃ کی ادائیگی کا وقت

سوال: زکوۃ کیا صرف ماہِ رمضان میں ہی نکالنا چاہئے یا اگر کسی ضرورت مند کو ہم زکوۃ کی مقررہ رقم ماہِ شعبان میں دینا چاہیں تو کیا نہیں دے سکتے؟ نیز دورانِ سال حاصل ہونے والی آمدنی کا کیا حکم ہوگا آیا اس کو نصاب میں شمار کرکے اس کی زکوۃ ادا کی جائے گی؟

جواب: واضح رہے کہ زکوۃ کے لیے کوئی مہینہ مقرر نہیں، اس لیے شعبان میں یا کسی اور قمری مہینے میں (جس میں زکوۃ کے نصاب پر سال مکمل ہوتا ہو، خواہ وہ مہینہ محرم کا ہی کیوں نہ ہو یا صفر کا ہو یا کوئی اور) زکوۃ دے سکتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی دورانِ سال حاصل ہونے والی رقم پر بھی زکوۃ فرض ہوگی۔ باقی زکوۃ کا جو مہینہ مقرر ہو اس سے پہلے بھی زکوۃ دینا صحیح ہے۔

دراصل عوام کا خیال ہے کہ زکوۃ کا سال رمضان المبارک سے شروع ہوتا ہے اور بعض رجب کے مہینے کو "زکوۃ کا مہینہ" سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ درست وہی ہے جو اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

مشترکہ خاندان میں بیوی، بیٹی، بہوؤں کی زکوۃ کیسے ادا کی جائے

سوال: میں گھر کا سربراہ ہوں، میرے دونوں لڑکے صاحب روزگار ہیں اور میری دونوں بہوؤں کے ہاں کم سے کم 12،12 تولے فی کس زیورات ہیں اور بیوی کے ہاں 5 تولے کے زیور اور کنواری لڑکی کی شادی کے لیے ۳ تولے کے زیورات ہیں جس کو ایک سال سے خرید کر رکھا ہوا ہے۔ آج کل مشترکہ خاندان میں بھی زیور ہر متعلقہ عورت کی ذاتی ملکیت ہی شمار ہوتا ہے۔ کیا ایسی صورت میں مجھے بحیثیتِ سربراہ گھر کے تمام زیور کی مالیت کے مطابق زکوۃ نکالنا چاہئے یا فرداً فرداً کے حساب سے؟

جواب: واضح رہے کہ زکوۃ کے واجب ہونے میں ہر شخص کی انفرادی ملکیت کا اعتبار ہے۔ اب آپ کی بہوؤں کے پاس جو زیور ہے، اگر وہ ان کی ملکیت ہے تو زکوۃ ان کے ذمہ واجب ہے، اور اگر کچھ زیور ان کی ملکیت ہے، مثلاً: جو زیور ان کے میکے سے ملا ہے اور کچھ لڑکوں کی طرف سے، تو اگر ہر ایک کی ملکیت نصاب کو پہنچتی ہے تو زکوۃ واجب ہے، ورنہ نہیں۔

اسی طرح آپ کی اہلیہ کے پاس جو سونا ہے، وہ اگر اس کی مالک ہے اور اس کے سوا ان کی ملکیت میں کوئی روپیہ پیسہ نہیں تو ان کے ذمہ زکوۃ نہیں اور اگر وہ سونا آپ کی ملکیت ہے تو دوسرے اموالِ زکوۃ کے ساتھ اس زیور کی زکوۃ بھی آپ کے ذمہ ہوگی۔

آپ نے لڑکی کے لیے جو سونا خرید کر رکھا ہوا ہے، اس کے بارے میں یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ آپ نے وہ سونا لڑکی کی ملکیت کر دیا ہے یا نہیں؟ اگر لڑکی کی ملکیت نہیں تو اس کی زکوۃ آپ کے ذمہ ہے اور اگر لڑکی کی ملکیت ہے اور اس کے پاس کوئی نقد روپیہ پیسہ نہیں تو اس پر زکوۃ نہیں اور اگر کچھ روپیہ پیسہ بھی اس کے ذمہ ہے تو زکوۃ اس کے ذمہ واجب ہے۔

قرض دی ہوئی رقم اگر کئی سال بعد ملے تو اس پر زکوۃ کا حکم

سوال 1... چار سال پہلے ہم نے ایک صاحب کو کچھ رقم بطورِ قرض دی تھی، اب وہ رقم ہمیں ملنے والی ہے، عرض ہے کہ جب پوری رقم ہمیں مل جائے تو اس میں سے ہمیں زکوۃ نکالنی ہوگی تو کتنی رقم نکالیں؟

سوال 2... ایسی صورت میں قرضہ کی وصولی سے پہلے بطورِ قرض دی ہوئی رقم کی زکوۃ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

جواب 1... صورتِ مسئولہ میں آپ کو چار سال کی زکوۃ دینی پڑے گی۔

جواب 2... دی جاسکتی ہے۔

زکوۃ کے مستحقین

سوال: کن کن لوگوں کو زکوۃ دینا جائز ہے اور کن کن کو ناجائز؟

جواب: اپنے ماں باپ اور اپنی اولاد کو زکوۃ دینا جائز نہیں، اسی طرح شوہر بیوی ایک دوسرے کو زکوۃ نہیں دے سکتے۔ جو لوگ خود صاحبِ نصاب ہوں، ان کو زکوۃ دینا جائز نہیں۔ آنحضرت ﷺ کے خاندان (ہاشمی حضرات) کو زکوۃ دینے کا حکم نہیں، بلکہ اگر وہ ضرورت مند ہوں تو ان کی مدد غیر زکوۃ سے لازم ہے۔ باقی اپنے بھائی، بہن، چچا، بھتیجے، ماموں اور بھانجے کو زکوۃ دینا جائز ہے۔

معتکف کا غسل جمعہ وغیرہ کے لیے مسجد سے باہر نکلنا

سوال: اگر معتکف محض ٹھنڈک حاصل کرنے یا غسلِ جمعہ کے لیے مسجد سے باہر نکل جائے تو اس سے اعتکاف ٹوٹے گا یا نہیں؟

جواب: صورتِ مسئولہ میں اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ اگر گرمی کی شدت وغیرہ کی وجہ سے غسل کرنے کی زیادہ ضرورت ہو تو مسجد میں کوئی بڑا برتن رکھ کر اس میں بیٹھ کر نہالے اس طور پر کہ مسجد میں غسل کا پانی نہ گرنے پائے یا تولیہ بھگو کر نچوڑ کر بدن پر ملے، کئی بار ایسا کرنے سے بدن صاف ہوجائے گا۔

روزہ کا کفارہ کیا ہے؟ کیا صرف توبہ و استغفار کافی ہے؟

سوال: اگر کوئی شخص جان بوجھ کر روزہ توڑدے تو اس پر کفارہ کی صورت میں کیا لازم ہے؟ کیا صرف توبہ واستغفار سے اس کی تلافی ہوجائے گی؟

جواب: صورتِ مسئولہ میں ایسے شخص پر روزے کی قضا بھی لازم ہے اور کفارہ بھی! اور کفارہ یہ ہے کہ دو مہینے مسلسل روزے رکھے۔ اگر اس کی طاقت نہیں ہے تو پھر مستحقِ زکوۃ ساٹھ مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے، دونوں وقت وہی ہوں گے۔ اس کے علاوہ اس گناہ کی تلافی کی اور کوئی صورت نہیں۔

عورتوں کے اعتکاف کے ضروری مسائل و احکام

سوال: کیا عورت رمضان میں اپنے گھر میں یا مسجد میں اعتکاف کرسکتی ہیں؟ اگر کرسکتی ہیں تو اسے کس طرح اعتکاف کرنا اور اس کے آداب بجالانا چاہئے؟

جواب: واضح رہے کہ مردوں کی طرح عورتوں کے لیے بھی اعتکاف مسنون ہے، لیکن عورت مسجد میں اعتکاف نہیں کرسکتی، گھر میں کرسکتی ہے۔ اگر کوئی عورت رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں مسنون اعتکاف کرنا چاہے تو رمضان کی بیسویں تاریخ کو سورج غروب ہونے سے پہلے اعتکاف کی نیت سے اس جگہ پر آجائے جہاں وہ ہمیشہ نماز پڑھا کرتی ہے اور عید کا چاند ثابت ہونے کے بعد اس جگہ سے باہر آئے۔

ذیل میں خواتین کے اعتکاف سے متعلق ضروری ہدایات درج کی جاتی ہیں:

1... اعتکاف کی حالت میں دن رات اسی اعتکاف کے مقرر جگہ میں رہے، کھانا پینا اور سونا وہی ہو، صرف وضو کرنے اور دیگر بشری تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے باہر آسکتی ہے۔ گھر میں اگر کوئی جگہ پہلے سے نماز کے لیے مقرر ہے، مثلاً: وہاں نماز کے لیے چوکی، تختہ، چٹائی جائے نماز وغیرہ ڈالی ہوئی ہو (اگرچہ ہر وقت نہ بچھی رہے) مگر نماز وہی پڑھی جاتی ہو، یہ نماز کی جگہ عورت کے لیے مسجد کی طرح ہے۔

2... اگر کوئی جگہ پہلے سے مقرر نہیں ہے تو اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے کوئی جگہ آئندہ نماز کے لیے مقرر کرنی ضروری ہے، اس کے بعد اس جگہ اعتکاف کریں۔ یہ جگہ عورت کے لیے مَردوں کی مسجد کی طرح ہوتی ہے، لہٰذا جس طرح بلاعذر مسجد سے باہر آنے سے مرد کا اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، اسی طرح عورت کا اپنے معتکف (اعتکاف کی جگہ) سے بلاعذر نکلنے کی وجہ سے بھی اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

3... جب ایک جگہ اعتکاف کے لیے خاص کرکے اعتکاف شروع کردیا تو پھر اس کو تبدیل کرنا درست نہیں ہے، ورنہ اعتکاف ٹوٹ جائے گا، اگرچہ دوسری جگہ بھی اسی مکان میں ہو، نیز اگر نماز کی جگہ متعین کرنے سے پہلے ہی جہاں دل چاہا اعتکاف کے لیے بیٹھ گئی تو یہ اعتکاف صحیح نہیں ہوگا۔

4... عورت کو اپنی نماز کی جگہ تبدیل کرنے کا اختیار ہے، مثلاً: اعتکاف سے پہلے کسی اور جگہ نماز پڑھتی تھی، مگر اعتکاف دوسری جگہ کیا اور اس سے پہلے یہ نیت کرلی کہ آئندہ اسی جگہ نماز پڑھوں گی تو یہ جائز ہے۔

5... بڑا کمرہ اعتکاف گاہ نہیں ہوسکتا، چھوٹا کمرہ ہوسکتا ہے، البتہ بڑے کمرے میں اتنی جگہ مخصوص کی جاسکتی ہے جس میں اٹھ بیٹھ اور سوسکے۔

6... اعتکاف کے صحیح ہونے کے لیے عورت کا حیض ونفاس سے پاک ہونا ضروری ہے۔ اگر اعتکاف کے درمیان حیض آجائے تو اعتکاف چھوڑدے اور پاک ہونے کے بعد کم از کم ایک دن کی (جس روز حیض آیا) روزے کے ساتھ اعتکاف کی قضا کرے اور اگر ہمت ہو تو پورے دس دنوں یا بقیہ دنوں کے اعتکاف کی روزے کے ساتھ قضا کرے۔

7... دورانِ اعتکاف عورت کام کاج کرواسکتی ہے اور اس سے متعلق باتیں بھی کرسکتی ہے، مثلاً: کسی سے کچھ منگوانا ہو، گھریلو کوئی ہدایت دینی ہو یا اگر اکیلی ہو تو کھانا پکانا اور دروازہ کھولنے کے لیے جانا آنا کرسکتی ہے، تاہم اکیلے ہونے کی صورت میں ان امور کا کچھ انتظام کرلینا بہتر ہے، تاکہ یکسوئی سے اعتکاف میں بیٹھے۔

باورچی خانہ اور ہماری صحت

املی کی کھٹاس صحت کی مٹھاس

حکیم شمیم احمد

املی کو عربی اور فارسی میں تمر ہندی کہتے ہیں۔ اردو میں ”املی“ اور انگریزی میں (Tamarind) کہلاتی ہے۔ تمر ہندی کا مطلب ہندوستان کی کھجور ہے۔
کھٹی میٹھی املی نوجوان لڑکیوں کو ہی نہیں بلکہ بچوں کو بھی بھاتی ہے۔ صبح کا ناشتہ ہو یا دوپہر کا کھانا دستر خوان پر رونق لے آنے والی املی کی چٹنیاں ہر جگہ نظر آتی ہیں۔
املی ایک سدا بہار درخت ہے۔ اس کے پتے اور پھول ذائقے میں ترش ہوتے ہیں۔
املی کا مزاج سرد درجہ اول اور خشک درجہ دوئم بتایا گیا ہے۔ اس کا اصل وطن جنوبی ہند ہے۔ مفرح، مسکن حرارت ہے۔ ملین، قاطع صفرا ہے۔
حکماء کے مطابق املی کا گودا، بیج، پتے، رس، پھلی کا چھلکا، جڑ، گوند اور پھول سب ہی دوائیوں کے لیے بہترین ہے۔

املی کے فوائد

- املی دل اور معدے کو طاقت بخشتی ہے۔
- املی متلی کو زائل کرتی ہے۔
- املی طبیعت کو نرم کرتی ہے۔
- املی سر کی خشکی دور کرتی ہے۔
- وبائی زہر کو باطل کرتی ہے۔
- املی کے بیج قابض اور ممسک ہوتے ہیں۔
- املی صفرا اور جلی ہوئی اخلاط کو دست کے ذریعے خارج کرتی ہے۔
- یہ خون کے جوش کو تسکین پہنچاتی ہے۔
- گرمی سے ہونے والے خفقان اور دوران سر کو مفید ہے۔
- املی کا اچار، مربہ اور چٹنی بنائے جاتے ہیں اور خوش ذائقہ ہوتے ہیں۔
- مغز املی دیگر ادویہ کے ہمراہ سفوف بنا کر جریان واحتلام میں کھلاتے ہیں۔
- املی کا پنّا یا شربت بنا کر موسم گرما میں بکثرت استعمال کرتے ہیں۔
- اس کے پتوں کے پانی میں گرم سرخ لوہا بجھا کر خونی اسہال میں دیا جاتا ہے۔
- املی کے پتّوں کے رس میں کھانڈ ملا کر دینا پیچش اور بواسیر خونی میں مفید ہے۔
- اس کے پتّوں کے جوشاندے سے زخموں کو دھویا جاتا ہے۔
- خنّاق اور منہ پکنے میں اس کے جوشاندے سے غرغرہ کرتے ہیں۔
- پرانی املی کے کھانے سے پیشاب میں فاسفیٹ کا اخراج بند ہو جاتا ہے۔
- بچوں کے قبض میں مربہ املی بہت مفید ہے۔
- بخار صفراوی کی صورت میں چار تولہ املی پانی میں بھگو کر پینا بیحد مفید ہے۔
- سوزاک میں املی کا پانی پینا مفید ہوتا ہے۔
- بچھو یا بھڑ کے کاٹنے والی جگہ پر اگر املی کا بیج گھس کر لگایا جائے تو زہر دور ہو جاتا ہے۔
- املی مصفی خون ہے۔
- برگ املی دو تولہ لے کر پاؤ بھر پانی میں گھوٹ کر اور شکر ملا کر پینا پیشاب کی جلن دور کرتا ہے۔
- املی کے درخت کی خشک چھال جلا کر ناریل کے تیل میں ملا کر جلی ہوئی جگہ پر لگانے سے فوری آرام ہوتا ہے اور مریض کو تسکین ملتی ہے۔
- املی کے پھول کی پُلٹس آشوبِ چشم میں آنکھوں پر باندھتے ہیں۔ اس کے پھول کو باریک پیس کر لیپ کرنے سے آنکھ کی لالی جاتی رہتی ہے۔
- املی کا گودا بحری جہاز پر سفر کے دوران ساتھ رکھنا بہت مفید ہوتا ہے، کیونکہ قے روکنے کے لیے انتہائی مجرب ہے۔

- بیکری کی چیزیں اور زیادہ چکنی غذائیں کھانے سے خون میں فاسفیٹ بڑھ جاتے ہیں۔ جیسا کہ پالک اور ٹماٹر کے بیجوں کا استعمال آگزیلیٹ بڑھا دیتا ہے۔ جو لوگ دن میں پانی کم مقدار میں پیتے ہیں۔ ان کے گردوں میں یہ جمع ہو کر پتھریاں بناتے ہیں۔
- املی، شہد اور کسٹر آئل ملا کر پلکوں پر لگانے سے پلکیں لمبی اور گھنی ہو جاتی ہیں۔
- آنکھ پر گوہانجنی ہونے کی صورت میں املی کے بیج گھس کر وقفہ وقفہ سے لگاتے رہیں تو گوہانجنی ختم ہو جائے گی۔
- املی کے پھل میں قدرِ نمک شامل کر کے سنار ایک خاص طریقہ سے چاندی کے زیورات کی میل اتارنے کے کام میں لاتے ہیں۔
- حکما کے مطابق کچی املی ثقیل اور فاسد ہوتی ہے۔ یہ بلغم کو بڑھاتی ہے مگر اس کے برعکس پکی ہوئی املی ہاضم ہوتی ہے اور مثانہ کے بیماریوں کو دور کرتی ہے۔
- شربت تمر ہندی اور جوارش تمر ہندی اس کے مشہور مرکبات ہیں۔

نوٹ: (1) املی کا شربت بناتے وقت یہ بات یاد رکھیں کہ اس کو پانی میں بھگونے کے بعد ہاتھ سے نہ ملیں صرف آب زلال لیں۔ تاکہ بدمزہ نہ ہو جائے
نوٹ: (2) بطور دوا استعمال کے لیے ایک سال پرانی املی بہتر سمجھی جاتی ہے۔

معدے کے زہریلے مواد کو خارج کرنے کے لیے نسخہ

ھوالشافی: گل سرخ: 6 ماشہ پودینہ خشک: 6 ماشہ
زرشک شیریں: 2 تولہ اور املی 5 تولہ

پہلے تینوں ادویہ کو ڈیڑھ کلو پانی میں جوش دیں اور املی کو شامل کر کے ٹھنڈا کر لیں اور پھر چینی کا اضافہ کریں دو چمچے دن میں وقفہ وقفہ سے پلائیں۔ ایک دو روز کے اندر ہی معدے کے افعال درست ہو جائیں گے۔ قے وغیرہ بند ہو جائے گی۔

ہیضے کی وبا کا علاج

ھوالشافی: بڑی الائچی: 5 دانے خشک پودینہ: 1 تولہ
آلو بخارا: 10 دانے اور املی 5 تولہ

ڈیڑھ کلو پانی میں ڈال کر ہلکے ہلکے تین جوش دیں، ٹھنڈا ہونے پر پانی نتھار کر ایک ایک گھونٹ مریض کو پلانے سے مریض کو سکون ملتا ہے۔ اس نسخے سے زہریلے مواد سے معدے اور انتڑیاں صاف، پیاس دور اور بے چینی ختم ہو جاتی ہے۔

پیٹ کی جلن اور دل کی گھبراہٹ کا علاج

گل نیلوفر: 5 ماشہ تخم کاسنی: 7 ماشہ
آلو بخارا خشک: 5 عدد املی 1 تولہ

یہ سب پانی میں بھگو کر چھان کر پینا مفید ہے۔

گرمی میں لو کے لگنے کا علاج

ھوالشافی: املی: 5 تولہ عناب: 5 عدد تخم خربوزہ: 1 تولہ

تمام ادویہ کو ایک کلو پانی میں جوش دے کر اور چھان کر ٹھنڈا کریں اور اس میں کچی کیری کو گرم راکھ میں بھول کر کے اس کا رس شامل کریں۔ اس میں تھوڑی چینی شامل کر کے مریض کو گھونٹ گھونٹ پلائیں ان شاء اللہ! فوری آرام آجائے گا۔

تقویٰ... بہترین علاج

معزز قارئین! اپنی چالیس سالہ علاج معالجہ کی پریکٹس کے دوران بلا مبالغہ یہ بات بارہا میرے مشاہدے میں آئی ہے کہ جو مریض پرہیز گار اور اللہ سے ڈرنے والے تھے۔ بیماری میں بھی اللہ کو کثرت سے یاد کیا کرتے اور کبھی زبان پر شکوہ نہیں لاتے ایسے مریض جلد ہی صحتیاب ہو جاتے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ”وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝“ (سورۃ الطلاق آیت ۴) جو شخص اللہ سے ڈرے گا تو اللہ اس کے کام میں آسانی پیدا کر دے گا۔ اس سلسلے میں ایک مریضہ کا واقعہ ملاحظہ ہو۔ کراچی ٹیلی ویژن سینٹر میں ایک ساتھی نے اپنی اہلیہ کے بارے میں مشورہ کیا کہ وہ امید سے ہیں اور ایک ماہ کا حمل ہے۔ متلی اور قے کی وجہ سے کچھ کھایا پیا نہیں جاتا اس وجہ سے وہ لاغر ہو گئی ہیں۔ اب تک پانچ گائناکالوجسٹ سے مشورہ کر چکا ہوں سب ہی نے مشورہ دیا اسقاط کروا دیا جائے۔ میں نے مریضہ کی نبض دیکھی تو یہ تشخیص ہوئی کہ جگر میں صفرا بڑھا ہوا ہے اور ان کو سب گرم غذائیں کھانے کا مشورہ دے رہے تھے جس سے مزید صفرا بڑھ رہا تھا۔ میں نے مریضہ سے کہا کہ اگر آپ کی متلی اور قے بند ہو جائے اور آپ کے جسم کو بھرپور غذا ملنے لگے تو آپ پھر بھی اسقاط حمل کروائیں گی۔ موصوفہ نے کہا کہ میں اللہ سے بہت ڈرتی ہوں اور یہ میرا پانچواں حمل ہے۔ اگر متلی بند ہو جائے اور میں سب چیزیں کھانے کے قابل ہو جاؤں تو یہ ہرگز ضائع نہیں کرواؤں گی۔ چنانچہ میں نے انہیں شربت انار خالص صبح وشام پینے کو دیا اور دیگر دواؤں کے ساتھ کھانے کے بعد املی سے تیار کی ہوئی جوارش تمر ہندی بھی کھلائی۔ چند خوراکوں میں متلی بند ہو گئی اور مریضہ سب غذائیں ہضم کرنے لگیں۔ ماہ جون اور جولائی میں جب آم کا موسم آیا تو میں نے انہیں آم کا جوس ایک وقت پینے کا مشورہ دیا، کیوں کہ حمل کو پانچ ماہ گزر چکے تھے۔ ناریل اور چند کھجوریں انہیں روزانہ کھانے کی تاکید کی۔ الحمد للہ ان کو اللہ تعالیٰ نے تندرست وتوانا بیٹا عطا کیا۔ اس کا نام انہوں نے دانش رکھا۔ ماشاء اللہ اب وہ انٹر میں پڑھ رہا ہے اور کالج میں اساتذہ بھی اس کی تعریف کرتے ہیں کہ وہ پڑھائی میں بہت ذہین ہے۔ اکثر اور بیشتر ساتھی سے ملاقات ہوتی رہتی ہے اور میں دانش کی خیریت دریافت کرتا رہتا ہوں۔ ایک موقع پر ساتھی نے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے مجھے یہ بات بتائی کہ یہ بیٹا میرے سب بیٹوں میں زیادہ سعادت مند اور فرماں بردار ہے۔ میں نے کہا جہاں تک شفا کا معاملہ ہے وہ تو حکم ربی کے بغیر ناممکن ہے، لیکن سچ پوچھیں تو اللہ متقیوں سے بہت راضی ہوتے ہیں اور یہ آپ کی اہلیہ کے تقویٰ اور پرہیز گاری کا ہی ثمرہ ہے۔

Perfect
22

آخری قسط

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ

ام مصطفیٰ

”وہ بیٹا...! انس اور سعد ماں کی کمی بہت شدت سے محسوس کر رہے ہیں۔ میرے خیال میں اس خلا کو جلد ہی سے پر کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ خلا گہرے شگاف میں بدل جائے پھر ہمارے لیے اس کو پر کرنا ناممکن ہو جائے۔ تم میری بات سمجھ رہے ہو ناں کہ میں کیا کہنا چاہ رہا ہوں؟“ سیٹھ صلاح الدین نے اپنے بیٹے عدنان سے استفسار کیا۔

اپنے والد کی یہ بات سن کر عدنان یکدم چونک گیا۔

”جی پاپا! میں سمجھ رہا ہوں۔“

”بیٹا! میں تمہاری کیفیت سمجھ سکتا ہوں۔ اتنی محبت کرنے والی‘ خدمت شعار اور نیک سیرت بیوی خوش نصیبوں کو ہی عطا ہوتی ہے مگر یہ خوشیاں اور اس کی عمر اتنی ہی تھی۔ آنے والی اس کی جگہ تو ممکن ہے کہ نا لے سکے مگر اپنے بچوں کے مستقبل کی خاطر تمہیں یہ قدم اٹھانا ہی پڑے گا۔“ سیٹھ صلاح الدین نے عدنان کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

عدنان سر جھکائے اپنے باپ کی بات سن رہا تھا‘ مگر اس کا دل ان باتوں کے خلاف فیصلہ دے رہا تھا‘ جب کہ اس کو دل سے نہیں‘ بل کہ اپنے دماغ سے فیصلہ کرنا تھا اور وہ فیصلہ اپنے لیے نہیں‘ بل کہ اپنے بچوں کے لیے۔

●●●

سیٹھ بہادر خان نے نئی کمپنی لانچ کی تھی اور اس کی خوشی میں شہر کے سب سے بڑے اور فائیو اسٹار ہوٹل میں انہوں نے اپنی کلاس کے تمام دوستوں کے اعزاز میں پر تکلف ظہرانہ دیا تھا۔ سیٹھ صلاح الدین اور سیٹھ قمر الدین بھی اس ظہرانے میں شریک تھے۔ آج کئی سالوں کے بعد دونوں کا آمنا سامنا ہوا تھا۔ دونوں ہی عمر کے تقاضوں کے ساتھ اولاد کے غموں سے کچھ ڈھے سے گئے تھے مگر سیٹھ قمر الدین کے چہرے پر سفید داڑھی سیٹھ صلاح الدین کو تعجب میں مبتلا کر گئی تھی۔ سیٹھ قمر بہت الٹرا ماڈرن ذہن کے مالک تھے اور اب اس تبدیلی کے پیچھے بھی کوئی خاص وجہ ہی چھپی ہوئی تھی ورنہ یہ تبدیلی ان میں ممکن ہی نہیں تھی۔ ان کی اس تبدیلی کی وجہ خود سیٹھ قمر نے بیان کردی۔ کلام کا سلسلہ داڑھی سے شروع ہوا تو گزرے ایام اور اولاد کی زندگی تک جا پہنچا اور آج پھر دونوں دوست ایک اہم فیصلہ کر کے اٹھے۔

●●●

”نہیں امی! وہ مجھے قبول نہیں کرے گا۔ میں نے اسے بہت دکھ دیے تھے۔ اس کی محبت کو دھتکارا تھا۔ وہ کس طرح یہ سب کچھ بھلا سکتا ہے؟ آپ مجھے ایسے ہی رہنے دیں۔“ ملیحہ نے نجمہ بیگم کی بات سن کر قدرے حیرانی سے کہا۔

”نہیں بیٹا! عدنان ایک سلجھا ہوا اور نرم خو مرد ہے۔ میں اسے شروع ہی سے پسند کرتی تھی۔ تمہارے خلع والے فیصلے پر بھی میں نے اس کی آنکھوں میں التجا اور انکساری ہی دیکھی تھی۔ مجھے امید ہے کہ وقت نے اسے اور بھی عاجز اور نیک بنا دیا ہوگا۔ تم سوچو تو سہی اس بارے میں پلیز...!!!“

●●●

”ابو! آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ وہ الٹرا ماڈرن لڑکی اپنے سینڈل کی نوک پر دوسروں کی عزت نفس کو رکھنے والی میرے بچوں کی کیا خاک تربیت کرے گی؟“ عدنان نے قدرے خفگی سے سیٹھ صلاح الدین کو دیکھا۔

”نہیں بیٹا! میں نے ملیحہ کے متعلق تمام معلومات کروالی ہیں۔ اب وہ یکسر تبدیل ہو گئی ہے۔ اس کے علاوہ سیٹھ قمر نے بھی مجھے تمام تفصیلات سے آگاہ کر دیا ہے اور تو اور بیٹا! اب شرعی طور پر بھی کوئی رکاوٹ نہیں ہے اور مجھے امید ہے کہ بیٹا! اب ملیحہ تمہاری مان کر چلنے والی بیوی اور انس اور سعد کی بہترین تربیت کرنے والی ماں ثابت ہو گی۔“

●●●

نہایت سادگی کے ساتھ ملیحہ ایک بار پھر عدنان کے نکاح میں آگئی‘ مگر درمیان کے واقعات‘ تجربات اور مشاہدات نے ضدی‘ ہٹ دھرم اور نافرمان ملیحہ کو عاجز‘ فرماں بردار اور باوقار بنا دیا تھا۔ اب وہ عدنان کو راحت دینے اور اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک بننے کا عزم کر کے اور اس کے بچوں کو ماں کا لمس دینے کا پختہ ارادہ کر کے اپنے والدین کی چوکھٹ عبور کر رہی تھی‘ جب کہ انس اور سعد اپنی مما بل کہ پیاری سی مما کو دیکھ کر نہال ہو رہے تھے اور آسمان سے عفیفہ اپنے شوہر اور بچوں کی خوشی کا منظر دیکھ کر خوش ہو رہی تھی۔

مرکز فہم دین ڈیفنس فیز 4 کراچی میں میں منعقد ہونے والی ورکشاپ کے
آخری مرحلے کی چند جھلکیاں

اسلام کا نظریہ
صحت و مرض

ترتیب و پیش کش: لائبہ رضوان / طالبہ مرکز فہم دین فیز 4، کراچی

نیند کیا ہے؟

وَجَعَلۡنَا نَوۡمَكُمۡ سُبَاتًا — ہم نے تمہاری نیند کو آرام کا سبب بنایا۔

اس آیت میں لفظ سباتا استعمال ہوا ہے، جو سبت سے نکلا ہے، جس کے معنی قطع کرنے اور کاٹنے کے آتے ہیں،

لیکن آج تک جدید سائنس اس بات کو ثابت کرنے سے قاصر ہے کہ در حقیقت نیند کیا ہے؟

اچھی غذا کے ساتھ ساتھ زندگی کی بقا اور صحت اور تن درستی کو برقرار رکھنے کے لئے نیند ایک نہایت ضروری چیز ہے۔ نیند کو اللہ تعالیٰ نے ایسی چیز بنایا ہے، جو انسان کے دماغ کو کچھ دیر کے لئے تمام افکار اور مسائل سے قطع کر دیتی ہے اور انسانی دماغ کو راحت دیتی ہے۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح ایک مشین کو چلتے چلتے آرام چاہیے ہوتا ہے، تاکہ وہ بہتر نتائج دے سکے، تو اسے کچھ دیر کے لئے PAUSE کر دیا جاتا ہے، بالکل اسی طرح انسانی دماغ کو بھی سکون چاہیے ہوتا ہے، چناں چہ دن کے آخر میں انسان تھک کر سو جاتا ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے:

Sleep allows the body to restore, repair and grow through the release of growth harmones.

سخت بستر کا استعمال

نبی کریم ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ سخت بستر استعمال فرماتے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے آرام فرمانے کا بستر چمڑے کا ہوتا تھا، جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی ہوتی تھی۔ آج سائنس بھی اس بات کا اعتراف کرتی ہے کہ زیادہ آرام دہ بستر استعمال کرنے سے جسم کے muscles ڈھیلے پڑ جاتے ہیں، جس کی وجہ سے انسان سستی محسوس کرتا ہے۔ اس کے علاوہ گردوں کی نالیوں میں ورم آجاتا ہے اور کمر پر بوجھ پڑنے کی وجہ سے کمر درد کی شکایت ہو جاتی ہے۔

سونے سے قبل بستر جھاڑنا

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص بستر پر لیٹے تو پہلے اپنا بستر اپنے ازار کے کنارے سے جھاڑ لے، کیوں کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کی بے خبری میں کیا چیز اس پر آگئی ہے۔

انسان جب بستر پر سونے کے لئے لیٹتا ہے تو اس کے جسم سے DEADCELLS خارج ہوتے ہیں جو دھونے یا کسی بھی صابن کے استعمال سے دور نہیں ہوتے بلکہ ان کو چادر یا بستر سے دور کرنے کا ایک ہی طریقہ ہوتا ہے اور وہ ہے بستر کو جھاڑنا، کیوں کہ اگر ان کو دور نہ کیا جائے تو یہ دیگر مہلک امراض کو جنم دیتے ہیں۔

دائیں کروٹ پر سونا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اپنے بستر پر لیٹنے آؤ تو اس طرح وضو کرو جس طرح نماز کے لیے کرتے ہو۔ پھر داھنی کروٹ پر لیٹو۔ (البخاری)

سونے کی چار ممکنہ صورتیں ہیں:

سیدھا یعنی چت سونا: اس طرح سونے سے ریڑھ کی ہڈی پر بوجھ پڑتا ہے۔

الٹا یعنی اوندھا سونا: اس طرح سونا انسانی آنتوں ک لئے صحیح نہیں۔

بائیں کروٹ سونا: اس سے دل پر بوجھ بڑھ جاتا ہے۔

دائیں کروٹ سونا: جو کہ نبی کریم ﷺ کی سنت ہے اور سائنس کی رو سے بھی بہترین ہے کیونکہ اس طرح دل پر دباؤ نہیں پڑتا، معدے کا اخراج بھی صحیح رہتا ہے اور انسان اگرچہ تھوڑی دیر کے لئے سوتا ہے، لیکن خود کو تازہ دم محسوس کرتا ہے۔

سنّت کے اعتبار سے نیند کے اوقات

اَلصُّبۡحَةُ تَمۡنَعُ الرِّزۡقَ — صبح کی نیند رزق کو روک دیتی ہے۔

شریعت نے فجر کے بعد سونے کو ناپسند فرمایا ہے کیونکہ صبح کو بیدار ہونا اور اپنے کاموں میں لگنا انسان کے لئے روحانی اور جسمانی دونوں اعتبار سے بہت مفید ہے.

آپ ﷺ نے دعا فرمائی: اَللّٰهُمَّ بَارِكۡ لِأُمَّتِي فِي بُكُورِهَا

اے اللہ میری امت کے سویرے کے وقت میں برکت عطا فرما۔

سائنس کے اعتبار سے صبح کے وقت ہماری body ایسے hormones خارج کرتی ہے جن کا تعلق ہمارے mood اور activity level سے ہوتا ہے جس کی وجہ سے ہم اپنے کام کم وقت میں بہت بہتر طریقے سے سرانجام دے سکتے ہیں۔

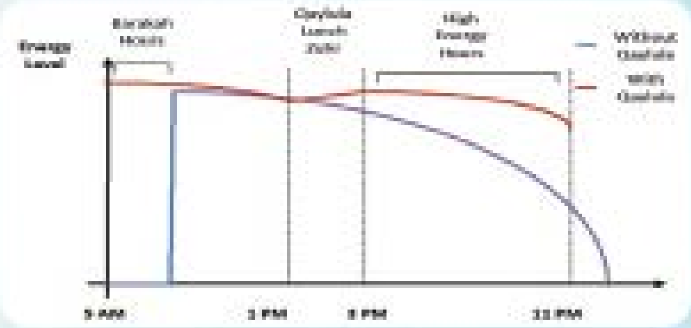

۲) قِيلُوا فَإِنَّ الشَّيۡطَانَ لَا يَقِيلُ

قیلولہ کرو، کیوں کہ شیطان قیلولہ نہیں کرتا۔

مزید فرمایا دن کو روزے کے لئے سحری سے اور رات کو قیام کے لئے قیلولہ سے مدد لو. جدید سائنسی تحقیق کے اعتبار سے جو لوگ قیلولہ کرنے کے عادی ہوتے ہیں ان میں نہ صرف دل کے امراض بہت کم ہو جاتے ہیں، بل کہ قیلولہ کرنا انسانی یادداشت کو بہتر بناتا ہے۔ اس کے علاوہ صرف 30 سے 45 منٹ کے مختصر دورانیے میں انسان اپنے جسم میں ایسی چستی محسوس کرتا ہے، جیسی وہ رات کی نیند کے بعد صبح کو محسوس کرتا ہے۔

افسوس! آج کے مسلمان سرکارِ دو عالم ﷺ کی سنتیں فراموش کرتے جا رہے ہیں اور غیر مسلم دنیا ریسرچ و تحقیق کے نتیجے میں سنتوں میں پوشیدہ فوائد سامنے لا رہی ہے۔ حال ہی میں چین میں ایک کمپنی نے ملازمین کے لیے دوپہر کھانے کے بعد آدھے گھنٹے کی نیند لازمی قرار دی ہے۔ چینی حکومت کے مطابق اس انوکھے اقدام کے نتیجے میں کمپنی کی پیداوار میں 30% اضافہ ریکارڈ کیا گیا ہے۔ حکومت کا کہنا ہے کہ دوپہر کھانے کے بعد تھوڑی دیر آرام کر لینا کارکردگی میں حیرت انگیز اضافے کا سبب ہے، لہٰذا دیگر کمپنیوں کو بھی اس انوکھے قانون کا اطلاق کرنا چاہیے۔

عمر کے اعتبار سے صحت مند نیند کے اوقات

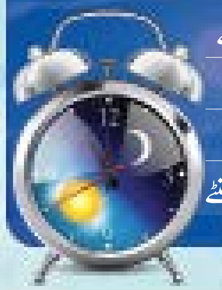

10 سال سے کم	9-12 گھنٹے
10 سے 20 سال	8-7 گھنٹے
20 سے 30 سال	7-6 گھنٹے
30 سال کے بعد	6-5.5 گھنٹے

خالی پیٹ سونے کی ممانعت

آپ ﷺ نے فرمایا رات کا کھانا کھاؤ، اگرچہ ایک مٹھی ردی کھجور ہی کیوں نہ ہو، اس لئے کہ رات کا کھانا چھوڑنا بڑھاپے کا سبب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خالی پیٹ سونے سے منع فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ خالی پیٹ سونے سے انسان جلد بوڑھا ہو جاتا ہے۔ خالی پیٹ سونے سے معدے کی تیزابیت بڑھ جاتی ہے جو پیٹ کے دیگر امراض کا سبب بنتی ہے۔

سونے سے قبل مسواک کرنا

نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو میں انھیں ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا۔ حضور ﷺ کے معمولات میں تھا کہ آپ رات سوتے وقت مسواک کرتے تھے۔ طبّی نقطہ نگاہ سے دیکھا جا تو رات کو سونے سے پہلے منہ صاف کرنا اتنا ضروری ہے کہ ڈاکٹرز کہتے ہیں کہ صبح صفائی کریں نہ کریں لیکن رات کو ضرور منہ صاف کیا کریں کیونکہ دن بھر کے bacteria اور جراثیم صفائی نہ ہونے کی صورت میں پیدا ہوتے رہتے ہیں جس سے منہ اور پیٹ کی بیماریاں ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔

انعام کی رات

امِّ ابوبکر

”مونی ‘سوھنی جلدی سے آؤ‘افطاری لگواؤ... ہو سکتا ہے آج چاند نکل آئے‘ پھر شاپنگ پر جانا ہوگا۔“ میری آواز پر بچیاں دوڑتی ہوئی کمرے سے نکل آئیں اور جلدی جلدی ٹیبل سیٹ کرانے لگیں۔ اسد بھی نماز پڑھ کر آچکے تھے‘ وہ بھی بچیوں کے ساتھ مدد کرانے لگے۔

”ماما! ٹیبل لگ گئی ہے‘ پاپا کہہ رہے ہیں جلدی سے آجائیں اذان ہونے والی ہے۔“ مونی مجھے کچن میں بلانے آئی تو میں آخری ڈش لے کر ٹیبل پر آگئی اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھالیے۔ آج شاید آخری روزہ ہونا تھا‘ اس لیے اسد دعا کرانے لگے۔ ہمارا معمول تھا کہ باری باری سب دعا کراتے‘ لیکن آخری روزہ میں اسد ایسی دعا کراتے کہ سب ہی کی آنکھیں نم ہو جاتیں۔

●●●

”مبارک ہو بھائی چاند نظر آگیا۔“ اسد چھت پر سے چاند دیکھ کر کمرے میں آئے‘ جہاں میں چیزوں کی لسٹ بنا رہی تھی‘ ان کی شاپنگ ابھی باقی تھی۔

”آپ سچ کہہ رہے ہیں؟“ میں پیچھے مڑی۔

”چاند مبارک ہو آپ کو۔“

”ماما! چاند مبارک ہو آپ کو‘ کل عید ہو گی۔ یاہووو...“ مونی اور سوھنی پیچھے سے شور مچاتی آئیں۔

”چلو بھئی! تم لوگ بھی جلدی جلدی اپنی لسٹ بناؤ‘ پھر شاپنگ پر جاتے ہیں۔ کہیں دیر نہ ہو جائے‘ ورنہ بازاروں میں رش بڑھ جائے گا۔“ میں نے فکر مندی سے کہا۔

”جی ماما! اور مہندی پر بھی بہت رش لگ جائے گا۔“ سوھنی نے یہ کہتے ہوئے میرے ہاتھ سے پین اور پیڈ لیا اور بیڈ پر چڑھ کر بیٹھ گئی۔ مونی اسے چیزیں گنوا رہی تھی اور وہ لکھتی جا رہی تھی۔

”پاپا! پہلے دادو کے یہاں جائیں گے ناں...“ مونی نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا۔ میں گاڑی میں دونوں بیٹیوں کے درمیان منہ ڈالے بیٹھی ہوئی تھی۔

”جی ہاں‘ بیٹا!“ اسد نے جواب دیتے ہوئے موڑ کاٹا۔

●●●

”چاند مبارک ہو دادو...!“ دونوں دور سے بھاگتی ہوئیں اپنی دادو کی بانہوں میں سما گئیں۔ میں سامان کچن میں رکھنے چلی گئی‘ جو اسد نے راستے میں بیکری سے آتے ہوئے لیا تھا۔ کچن میں میری دیورانی صبیحہ‘ صبح کے لیے قیمہ بنانے میں مشغول تھی‘ ساتھ ہی دوسرے چولہے پر کھیر بن رہی تھی۔

میں نے پیچھے سے جا کر اس کو ڈرایا۔ وہ اچھل کر پلٹی اور خوشی سے میرے گلے لگ گئی: ”چاند مبارک ہو بھابی!“ صبیحہ میری دیورانی ہونے کے ساتھ ساتھ میری خالہ زاد بہن بھی تھی۔ صبیحہ ہر طرح سے پرفیکٹ لڑکی تھی۔ میں نے اپنی ساس کو رائے دی‘ یوں بہت جلد وہ میری دیورانی بن کر آگئی۔ اس نے جلدی سے چائے چولہے پر رکھی‘ اسے ہماری ترتیب معلوم تھی۔ میں اندر آکر ساس کی ٹانگیں دبانے لگی۔

اسد کا ذاتی بزنس تھا۔ شروع ہی سے الگ گھر بھی لے رکھا تھا۔ میری ساس کی مختصر سی فیملی تھی۔ ایک نند جس کی شادی فہد کے ساتھ ہی ہوئی۔

کافی ساری شاپنگ کر لینے کے بعد اسد کو دور سے مسجد کا گنبد نظر آیا تو وہ شرمندگی سے بولے: ”یار! عید کا چاند نظر آنے کی خوشی میں‘ میں نے عشاء کی نماز تو پڑھی ہی نہیں۔ تم لوگ گاڑی میں بیٹھو‘ میں نماز پڑھ کر آتا ہوں۔“

”لیکن اسد! یہ مسجد تو کافی دور لگ رہی ہے‘ آپ گاڑی میں چلے چلیں۔ ہم مسجد کے باہر ہی آپ کا انتظار کر لیں گے۔“ میں نے کہا تو اسد گردن ہلاتے ہوئے ڈرائیونگ سیٹ پر آبیٹھے۔ اسد کے مسجد جانے کے پانچ منٹ بعد ہی مسجد کے اسپیکر سے کسی مولانا صاحب کے بیان کی آواز آنے لگی‘ اتنی دیر میں انھوں نے حمد و ثنا اور خطبہ پڑھا‘ اسد بھی باہر ہی آگئے۔

”اسد! تھوڑی دیر رکیں ناں... تھوڑا سا بیان ہی سن لیتے ہیں۔ اب تو اگلے رمضان میں ہی بیان سننا نصیب ہوگا۔“ میں نے اسد سے التجا کی۔

”دیکھ لو بھئی! پھر تم لوگوں نے مہندی وغیرہ بھی لگوانی ہو گی۔“

”اچھا ہے ناں! رات آگے بڑھے گی تو رش بھی کم ہو جائے گا۔“

”ٹھیک ہے‘ دیکھ لو‘ جیسی تمہاری مرضی۔“ وہ ٹوپی منہ پر رکھ کر ایزی ہو کر بیٹھ گئے۔

ادھر امام صاحب رمضان کی فضیلت بتا رہے تھے۔ ابنِ عباسؓ کی روایت ہے کہ انھوں نے حضورِ اقدس ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ”جنت کو رمضان شریف کے لیے خوشبوؤں کی دھونی دی جاتی ہے اور شروع سال سے آخر سال تک رمضان کی خاطر آراستہ کیا جاتا ہے۔ جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو عرش کے نیچے ایک ہوا چلتی ہے‘ جس کا نام مثیرہ ہے (جس کے جھونکوں کی وجہ سے) جنت کے درختوں کے پتے اور کواڑوں کے حلقے بجنے لگتے ہیں۔ جس سے ایسی دل آویز‘ سریلی آواز نکلتی ہے کہ سننے والوں نے اس سے اچھی آواز کبھی نہیں سنی ہوتی۔ خوش نما آنکھوں والی حوریں اپنے مکانوں سے نکل کر جنت کے بالا خانوں کے درمیان کھڑے ہو کر آواز دیتی ہیں کہ کوئی ہے اللہ کی بارگاہ میں ہم سے منگنی کرنے والا‘ تاکہ حق تعالیٰ شانہ‘ اس کو ہم سے جوڑ دیں۔ پھر وہی حوریں جنت کے داروغہ رضوان سے پوچھتی ہیں کہ یہ کیسی رات ہے؟ وہ لبیک کہہ کر جواب دیتے ہیں کہ رمضان المبارک کی پہلی رات ہے۔ جنت کے دروازے محمد ﷺ کی امت کے لیے آج کھول دیے گئے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ‘ رضوان سے فرما دیتے ہیں کہ جنت کے دوازے کھول دے اور مالک (جہنم کے داروغہ) سے فرما دیتے ہیں کہ محمد ﷺ کی امت کے روزے داروں پر جہنم کے دروازے بند کر دے اور جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوتا ہے کہ زمین پر جاؤ اور سرکش شیاطین کو قید کرو اور گلے میں طوق ڈال کے دریا میں پھینک دو کہ میرے محبوب ﷺ کی امت کے روزوں کو خراب نہ کرے۔“

نبی کریم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ”حق تعالیٰ شانہ‘ رمضان کی ہر رات میں ایک منادی کو حکم فرماتے ہیں کہ تین مرتبہ یہ آواز دے کہ

ہے کوئی مانگنے والا جس کو میں عطا کروں‘

ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ میں اس کی توبہ قبول کروں‘

ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ میں اس کی مغفرت کروں۔

پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ اس مزدور کا بدلہ کیا ہے‘ جو اپنا کام پورا کر چکا ہو۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے معبود اور ہمارے مالک اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی مزدوری پوری پوری دے دی جائے تو حق تعالیٰ شانہ‘ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں‘ میں نے ان کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلے میں اپنی پوری رضا اور مغفرت عطا کر دی

اور پھر اللہ تعالیٰ بندوں سے خطاب فرما کر ارشاد فرماتے ہیں کہ اے میرے بندو! مجھ سے مانگو۔ میری عزت کی قسم‘ میرے جلال کی قسم...آج کے دن اپنے اس اجتماع میں مجھ سے جو اپنی آخرت کے بارے میں سوال کرو گے‘ عطا کروں گا اور دنیا کے بارے میں جو سوال کرو گے‘ اس میں تمہاری مصلحت پر نظر کروں گا۔ میری عزت کی قسم! جب تک تم میرا خیال رکھو گے‘ میں تمہاری لغزشوں پر ستّاری کرتا رہوں گا اور ان کو چھپاتا رہوں گا۔ میری عزت کی قسم اور میرے جلال کی قسم! میں تمہیں مجرموں (کافروں) کے سامنے رسوا اور ذلیل نہ کروں گا۔ اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کی طرف لوٹ جاؤ۔ تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہو گیا۔ پس فرشتے اس اجر و ثواب کو دیکھ کر جو اس امت کو افطار کے وقت ملتا ہے‘ خوشیاں مناتے ہیں اور کِھل جاتے ہیں۔“

مولانا صاحب دعا کرا کے کب کے خاموش ہو چکے تھے لیکن میرے آنسو اب تک جاری تھے۔ مونی سوھنی پچھلی سیٹ پر سو چکی تھیں۔ میں سوچ رہی تھی کہ عید کی رات کو انعام کی رات کہہ کر پکارا گیا ہے۔ اس رات میں رب تعالیٰ اپنے بندوں کو انعام دیتا ہے اور ہم یا تو انعام والی رات میٹھی نیند سونے میں گزار دیتے ہیں یا بے جا شاپنگز میں۔ عید کا چاند نکلتے ہی چاروں طرف سے گانوں کی آوازیں آنے لگتی ہیں۔ ٹی وی کھل جاتے ہیں۔ ہم عید کی خوشیوں میں اپنے رب کو بھول جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمارے لیے آسمانوں میں چراغاں کر کے رکھتے ہیں۔ فرشتوں سے ہمارا ذکر ہو رہا ہوتا ہے اور ہم زمین پر اللہ کی کھلی نافرمانیوں میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

میری ساس رجب اور شعبان میں ہی رمضان اور عید کی مکمل تیاریاں پوری کر لیتی ہیں کہ رمضان میں بازار جاؤ تو ایمان میں اور عبادات میں کمی آجاتی ہے۔ یہ بات مجھے آج سمجھ آرہی تھی۔ عید کی چاند رات وہ نوافل کا کثرت سے اہتمام کرتیں‘ قرآن کی تلاوت کا اہتمام کرتیں۔ ہم ناسمجھی میں کتنی قیمتی رات کھو دیتے ہیں۔ ابھی آدھی رات گزری ہے‘ آدھی رات باقی ہے۔ میں نے اسد کی طرف دیکھا‘ ان کے خرّاٹے پوری گاڑی میں گونج رہے تھے۔ میں نے آنسو پونچھتے ہوئے انھیں ہلایا۔ وہ ٹوپی ہٹا کر سرخ آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگے۔ مجھے بے ساختہ ان کا احساس ہوا۔ اتنی تھکن میں بھی ہمیں یوں شاپنگ کراتے خوار ہو رہے ہیں اور ماتھے پر بَل بھی نہیں ڈالتے۔

”کیا ہوا؟ رو کیوں رہی ہو؟“ وہ میرے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولے۔

”گھر چلیں۔“ ”کیا کوئی غلطی ہو گئی مجھ سے؟“

”غلطی آپ سے نہیں‘ مجھ سے ہو رہی ہے۔ اس کی اصلاح کے لیے گھر جانے کا کہا ہے۔“

”اوہ... میں تو ڈر ہی گیا تھا۔“ وہ گہرا سانس لیتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کرنے لگے اور میں گھر جانے کا لائحہ عمل طے کرنے لگی‘ پھر مجھے بچیوں کی مہندی کا خیال آیا۔

مہندی صبیحہ کو بھی اچھی آتی ہے۔ آئندہ جلدی مہندی لگانے کا سوچ کر میں مطمئن ہو گئی۔ مہندی کل صبح بھی لگ سکتی تھی‘ لیکن اگر یہ آج کی رات ”لیلۃ الجائزہ“ (انعام کی رات) گزر جاتی تو پورا سال دوبارہ نہ مل سکتی تھی۔

نیلے فلک پہ چھائے کالے بادل بارش کا اعلان کر رہے تھے۔ بہار کے موسم کی خوش گواری ہر سو پھیلی ہوئی تھی‘ اس پر پرندوں کا شور و غُل خاص طور پر چڑیوں کی چہچہاہٹ بہت سُریلی محسوس ہو رہی تھی‘ لیکن جنگل اور اس میں بسنے والے تمام جانور خوف کا شکار تھے۔ ”بارش ہونے والی ہے“ ہر طرف یہی صدا گونج رہی تھی۔ تمام جانور اپنے اپنے گھروں کی طرف لوٹ رہے تھے‘ لیکن ابّا خرگوش اور اِمّی خرگوشنی جنگل کے پہاڑوں کی جانب دوڑ رہے تھے۔

”کہاں جا رہے ہو خرگوش میّاں؟“ مینڈک نے ان کا راستہ روکا ”دیکھتے نہیں ہو کہ بارش سر پر ہے‘ پورا جنگل گھروں کی طرف بھاگ رہا ہے اور تم پہاڑ کی چوٹی عُبور کرنے کے چکر میں ہو۔“

”ارے نہیں ٹرم خان!“ ابّا خرگوش نے مینڈک کو اس کے نام سے مخاطب کیا ”ہم تو اپنے لختِ جگر مانی خرگوش کو ڈھونڈنے جا رہے ہیں‘ وہ ضرور پہاڑوں پر موجود پکّی اینٹوں سے بنے ہوئے انسانوں کے کسی گھر کے باہر چُھپا بیٹھا ہوگا۔ اگر بارش ہوگئی تو وہ واپس اکیلے کیسے لوٹے گا۔“ ابّا خرگوش نے پورا ماجرا بیان کیا۔

”ہائے میرا بیٹا! ہائے میرا لعل!“ اِمّی خرگوشنی کی آواز نے ابّا خرگوش اور ٹرم خان کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ مانی خرگوش کودتا ہوا ان کی طرف آ رہا تھا۔

”کہاں تھے تم؟ دیکھتے نہیں ہو کہ بارش سر پر ہے؟“ ابّا خرگوش نے اس کے آتے ہی گرجنا شروع کر دیا۔

”اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو؟“ امّی خرگوشنی کی آنکھیں پُرنَم ہو گئیں۔

”تم لوگ یہ سوال جواب بعد میں کر لینا“ ٹرم خان نے دخل اندازی کی ”فی الحال یہاں سے بھاگو‘ ورنہ بارش میں بھیگ کر اللہ کو پیارے ہو جائو گے۔‘ ’یہ کہہ کر ٹرم خان اپنے گھر کی جانب چلا گیا اور خرگوش فیملی بھی پہاڑ کی طرف اُترنے لگی۔ راستے میں مانی نے امی کو بتایا کہ وہ انسانوں کے گھروں کی کھڑکیوں سے تانکا جھانکی کر رہا تھا کہ ایک نوجوان کی نظر اس پر پڑ گئی اور وہ لوگ اسے پکڑنے کے لیے دوڑے تو وہ دوڑ کر واپس جنگل کی طرف آ گیا۔

مانی کو انسانوں سے بے حد عقیدت تھی‘ وہ ہمیشہ کہتا رہتا کہ ”کاش وہ انسان ہوتا۔“ اسے انسانوں کا عمدہ لباس اور خوبصورت زیورات بہت حسین لگتے تھے۔ انسانوں کے گھروں کی تانکا جھانکی کر کے اس نے ان کے بارے میں بہت سی معلومات بھی اکٹھی کر لیں تھیں۔ وہ انسانوں کی ذہانت سے بھی بہت متاثر تھا‘ خاص طور پر اس کالے کلر کے ڈبّے سے جو ہر انسان کے گھر پر موجود ہوتا اور جس پر رنگ برنگی تصویریں چلتی پھرتی‘ باتیں کرتی اور کبھی کبھار تو ناچتی ہوئی بھی نظر آتی تھیں۔ امی خرگوشنی اسے انسانوں سے دور رہنے کا درس دیتی رہتی تھیں۔ اس کا ہم عمر دوست کالو بھالو بھی اسے بہت سمجھاتا ‘لیکن اس کے کانوں پر جوں تک نہ رینگتی۔ آخر ایک دن اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ جنگل سے نکل کر انسانوں کی دنیا میں رہنے چلا جائے گا۔ مانی کا یہ فیصلہ سُن کر امی خرگوشنی خوب روئی‘ لیکن مانی کے سر پر تو انسان بننے کا بھوت سوار تھا‘ چناں چہ اس نے جنگل کی سرحد پار کر لی اور انسانوں کے شہر میں داخِل ہو گیا۔

”ارے واہ! انسان ہماری طرح سڑکوں پر چلتے نہیں بل کہ یہ تو عجیب و غریب پہیوں والی چیزوں پر بیٹھ جاتے ہیں اور پھر وہ خود بخود چلنے لگ جاتیں

انسانوں والی حرکات

ثانیہ ساجد عیسانی

New Zaiby
28

ہیں۔" مانی سڑکوں پر چلنے والی گاڑیوں کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو گیا۔ "یہ تو مجھے پتہ ہے کہ اللہ نے انسانوں کو عقل دی ہے، لیکن کیا اللہ نے انھیں عقل کے ساتھ ساتھ اتنا ڈھیر سارا سامان بھی دیا ہے۔"

ابھی مانی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اسے ایک عمارت نظر آئی، وہاں بہت سارے انسان کام کر رہے تھے۔ کسی نے مانی کی طرف نہ توجّہ دی، نہ اسے پکڑنے کی کوشش کی۔ مانی نے آرام سے پوری جگہ کا جائزہ لیا اور اسے پتہ چلا کہ یہ جگہ تو ایک فیکٹری ہے، جہاں پر جنگل سے آنے والی لکڑیوں سے مختلف اشیا بنائی جاتی ہیں۔ "ارے تو پھر ان انسانوں کو تو ہمارا احسان مند ہونا چاہیے، ہمارے گھر سے آتیں ہیں وہ تمام لکڑیاں، جن سے ان کی ضرورت کی چیزیں بنتی ہیں۔" مانی نے سوچا۔ "تبھی تو فیکٹری میں کام کرنے والے کسی بھی انسان نے مجھے پکڑ کر قید کرنے کی کوشش نہیں کی، یعنی کہ انسان ہم جانوروں سے بہت محبت کرتے ہوں گے۔" یہ سوچ کر مانی شہر کی جانب رواں دواں ہوا۔

شہر میں داخل ہوتے ہی ایک آدمی نے اسے پکڑ لیا۔ خوب ساری گاجریں کھلائیں، مانی بے حد خوش ہوا۔ "یہ انسان کتنے اچھے ہیں!" اس نے سوچا۔ گاجروں سے جب اس کا پیٹ بھر گیا تو وہ آگے جانے لگا، ابھی بس دو قدم ہی چلا تھا کہ کسی نے اسے کَس کر پکڑ لیا۔ مانی نے خود کو چُھڑانے کی بہت کوشش کی "ارے چھوڑو! مجھے درد ہو رہا ہے!" لیکن اس انسان نے مانی کی ایک نہ سُنی۔

"میری بیس روپے کی گاجریں کھا کر یہ جاوہ جا ہونے کا کیسے سوچ لیا میّاں؟ ہم نے کیا تمہیں گاجریں کھلانے کے لیے پکڑا تھا؟ تم جیسا خوبصورت خرگوش تو ہم کو خوب نفع دے گا۔" یہ کہہ کر انسان نے اسے ایک چھوٹے سے پنجرے میں ڈال دیا۔ وہ پنجرہ اتنا چھوٹا تھا کہ اس میں کودنا تو دور کی بات، ہلنا بھی مانی کے لیے دشوار ہو رہا تھا۔ مانی بہت اُداس ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کے لیے پانی لایا گیا۔

"چلو کم سے کم یہاں مجھے اپنے کھانے پینے کے لیے پورا دن بھاگنا تو نہیں پڑے گا۔ میں نوابوں کی طرح یہاں بیٹھا رہوں گا اور انسان میری خدمت کریں گے اور کیوں نہ کریں! آخر ہمارے گھر سے مفت میں لکڑیاں جو لے کر جاتے ہیں۔"

رات کو مانی کے لیے ہری ہری پالک لائی گئی، مانی نے خوشی خوشی پالک کھائی اور سو گیا لیکن انسانوں کے شور شرابے نے اسے چین سے سونے نہ دیا، وہ بار بار ڈر کے مارے اُٹھ جاتا۔ علی الصبح جب وہ اُٹھا تو اسے بہت بھوک لگی، لیکن جو انسان اسے کھانا کھلاتا تھا وہ سویا پڑا تھا۔ "یہ ابھی تک سویا پڑا ہے، دن چڑھ آیا ہے اور اسے خبر ہی نہیں۔" مانی نے سوچا "انسان اتنا سُست اور کاہِل ہے تو پھر اس نے اتنی ترقّی کیسے کی؟" یہ سوال مانی کو بہت چبھ رہا تھا۔ کافی دیر انتظار کے بعد جب مانی کا مالک بیدار ہوا تو اس نے اُٹھتے ہی مانی کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ "آج تو ہم خوب کمائیں گے۔"

"صبح دیر تک سوئے رہنے سے تم کیا خاک کماؤ گے۔" مانی نے دل ہی دل میں جواب دیا۔ "کمائی محنت سے حاصل ہوتی ہے، سوئے رہنے سے نہیں۔" اس نے مانی کو اُٹھایا اور مارکیٹ کی طرف چلا گیا۔ وہاں ایک بچہ اپنے ابو کو لے کر مانی کی طرف آیا: "ابو مجھے یہ خرگوش چاہیے۔" اس بچہ نے ضد کی۔

"کتنے کا ہے بھائی یہ خرگوش؟" ابو نے پوچھا۔

"صاحب آٹھ سو روپے کا" مانی کے مالک نے جواب دیا۔

"بہت زیادہ بتا رہے ہو تم۔" ابو نے کہا۔ "صاحب بڑی محنت سے پال پوس کر بڑا کیا ہے، اتنا حق تو بنتا ہے۔"

مانی خرگوش کی تو سِٹّی گُم ہو گئی "جھوٹ سراسر جھوٹ!!"

یہ بات سن کر آج پہلی دفعہ انسان مانی کی نظروں سے گِر گیا۔ اسے ماسٹر اُلّو کی باتیں یاد آنے لگیں جو ہمیشہ سچ بولنے کا سبق دیتے تھے اور بتاتے تھے کہ جھوٹ ایک نہ ایک دن ضرور پکڑا جاتا ہے۔ ایک منٹ کے لیے مانی کو یوں لگا کہ انسان کا یہ جھوٹ بھی پکڑا جائے گا لیکن اس نے دیکھا کہ بچے کے ابو نے آٹھ سو روپے مالک کو تھمائے اور پنجرہ اُٹھا کر اپنے ساتھ لے گیا۔ آج مانی کو یاد آیا کہ انسان نے ترقی جھوٹ بول بول کر کی ہے۔ راستے میں اس بچے نے مانی کو ایک کیلا کِھلایا۔ مانی کو پتہ چلا کہ بچے کا نام ارسلان ہے۔

ارسلان نے گھر پہنچتے ہی پنجرے کو ایک سائیڈ پر رکھ دیا اور کہیں چلا گیا، جب وہ واپس آیا تو اس کے تمام دوست اس کے ساتھ موجود تھے۔ سب مانی کو دیکھنے آئے تھے، لیکن کسی ایک نے بھی مانی کو پانی پلانے کی زحمت نہیں کی۔

"ارسلان! تم نے یہ خرگوش کتنے میں لیا؟" اس کے ایک دوست نے پوچھا۔

"ہزار روپے کا" ارسلان نے جواب دیا۔

"پھر سے جھوٹ، یہ کیسی جھوٹی دنیا ہے! لگتا ہے انسانوں کو سچ بولنا نہیں آتا۔" مانی نے سوچا۔

"اتنا مہنگا لگتا تو نہیں!" دوسرے دوست نے کہا۔

"تم چاہو تو نو سو روپے میں مجھے دے دو۔" تیسرے دوست نے کہا۔

"تم پاگل ہو گئے ہو کیا؟" ارسلان چیخ اُٹھا۔

"ویسے اس کی قیمت سات سو سے زیادہ نہیں، لیکن میں پھر بھی تمہیں نو سو روپے دینے کو تیار ہوں۔"

"بارہ سو سے ایک روپیہ بھی کم نہیں۔" ارسلان نے کہا۔

بچوں کی یہ باتیں سن کر مانی کو اماں خرگوشنی کی بات یاد آئی، وہ کہتی تھیں کہ جانداروں کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ "پتہ نہیں یہ انسان ایک دوسرے کی کتنی قیمت لگاتے ہوں گے۔" مانی نے سوچا۔

جب سارے بچے باہر چلے گئے تو مانی اپنے اِرد گِرد کا جائزہ لینے لگا۔ اس نے دیکھا کہ ایک کمزور سی عورت پُرانے سے لباس میں ملبوس پورے گھر کا کام اور صفائی کرتی ہے اور جب وہ فارغ ہو جاتی ہے۔ تب ارسلان کی امی گھر کے تمام لوگوں کو کھانا کھانے کے لیے آواز لگاتی۔ وہ کمزور جسم کی عورت دستر خوان لگاتی اور سب افراد کھانے کے لیے بیٹھ جاتے۔ پھر ارسلان کی امی اس عورت کو کچھ روپے دے کر چلے جانے کا کہتی۔ وہ عورت للچائی ہوئی نظروں سے کھانے کی طرف دیکھتی اور پھر رُخصت ہو جاتی۔

سب لوگوں کو کھانا کھاتے ہوئے دیکھ کر مانی خوب شور کرتا کہ مجھے بھی بھوک لگ رہی ہے، کچھ کھانے کو دے دو، لیکن کسی نے اس کی ایک نہ

سُنی، سب اپنی دُھن میں مگن تھے۔ "جب انسانوں کو اپنے جیسے ہی ایک انسان کا احساس نہیں تو یہ میرا کیا خیال کریں گے؟" مانی نے کام کرنے والی ماسی کو یاد کر کے سوچا۔

"یا اللہ! یہ انسان کتنا خود غرض ہے، جنگل میں تو ہم ہر چیز بانٹ کر کھاتے تھے، لیکن یہ سب لوگ آپس میں تو مل کر کھا رہے ہیں، پھر وہ کام والی عورت کیا ان کی دشمن تھی؟" مانی کے ذہن میں ایک نئے سوال نے جنم لیا۔

"امی مجھے روٹی کھانی ہے۔" ارسلان کے ضد کرنے کی آواز نے مانی کو چونکا دیا۔

"لیکن آج تو میں نے چاول بنائے ہیں بیٹا۔"

"فریج میں ایک روٹی پڑی ہے۔" ارسلان نے اشارہ کیا۔

"تم پاگل ہو گئے ہو کیا؟ وہ دو دن پہلے کی روٹی ہے، میں نے کام والی ماسی کے لیے رکھی تھی، روز دینا بھول جاتی ہوں۔" امی نے غصے سے کہا۔

"جو دو دن پہلے کی روٹی یہ اپنے بچے کو نہیں کھلا سکتی، وہی روٹی یہ اپنی کام والی ماسی کو دے رہی ہے، جو دن بھر ان کے گھر کی صفائی کرتی رہتی ہے۔" یہ سوچ کر مانی کو انسانوں سے گِھن آنے لگی۔ "یا اللہ! یہ کیسی تفریق ہے؟ کیا تُو نے انسانوں کو طبقات میں پیدا کیا ہے؟"

ابھی مانی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ سب لوگ دستر خوان سے اٹھ کر ہاتھ دھونے لگے۔ "کوئی مجھے بھی کھانا دے دو! بہت بھوک لگ رہی ہے، صبح سے کچھ نہیں کھایا۔" اچانک کوئی بھاری بھرکم شے مانی کے پنجرے پر گری اور مانی سمیت پنجرے کو بھی گھسیٹتی ہوئی دور لے گئی۔ مانی نے دیکھا کہ وہ بھاری بھرکم شے خود ارسلان ہے اور اسے اس کی بڑی بہن نے دھکّا دیا تھا۔

"آپی! آپ نے مجھے دھکّا کیوں دیا؟" ارسلان غُصے سے چیخا۔

"وہ پانی کا گلاس میں نے اپنے لیے رکھا تھا، تم نے کیوں پیا؟" اس کی بہن نے جواب دیا۔ یہ سُن کر ارسلان اپنی بڑی بہن کو مارنے کے لیے دوڑا، لیکن آپی صاحبہ کی ایک اور چپَت سے وہ پھر کہیں دور جا گرا۔ "اچھا تو یہ انسان بھی ہم جانوروں کی طرح طاقت کے زور پر ایک دوسرے کو چاروں شانے چِت کرنے کی آرزو لیے گھومتے ہیں۔ یہ تہذیب اور قُربانی جیسی چیزوں کا شاید انسانوں نے ترقی حاصل کرنے کے لیے جھوٹا ڈھونگ کیا تھا۔ اصل میں تو یہ ہم جانوروں کی طرح ہی ایک دوسرے کو نیچا دِکھانے کی ریس میں لگے رہتے ہیں"۔

اتنے میں ارسلان کی امی نے فریج کھولا اور ایک روٹی نکالی۔ "دو دن سے فریج میں پڑی ہے، کل تو ماسی چھٹی کرے گی، چلو اس خرگوش کو ہی کھلا دیتی ہوں۔" مانی کو اتنے گھنٹوں بعد آخر کچھ کھانے کو تو ملا۔ اتنے میں فون کی گھنٹی بجی۔ مانی نے پہاڑوں پر انسانوں کے گھروں میں جھانک کر معلوم کیا تھا کہ ٹیلی فون کے ذریعے انسان دور موجود اپنے رشتے داروں سے تعلق قائم رکھتا ہے۔

"السلام علیکم! ناہید آپا! کیسی ہیں آپ؟"

"الحمد للہ! میں ٹھیک ہوں۔" مانی ارسلان کی امی کی یک طرفہ گُفتگو سننے لگا۔

"اچھا! پھر کیا ہوا؟"

"ثمینہ تو ہے ہی بد تمیز! میں نے تو پہلے ہی کہا تھا آپ کو کہ اس سے دور رہنا۔ اس کی دوسری بہنیں بھی اسی کی طرح منہ پھٹ اور لالچی ہیں۔"

یہ سب سُن کر مانی کھاتے کھاتے رُک گیا۔ آج اس نے دیکھ لیا کہ انسان کتنا دوغلا ہے۔ "ہم جانور اگر کسی کو ناپسند کرتے ہیں تو خود جا کر اس کا مقابلہ کرتے ہیں اور اسے ہرا دیتے ہیں، لیکن یہ چالاک اور مکّار انسان تو آپس میں پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کی غیبت کر کے اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھاتے ہیں اور اسی وجہ سے وہ آپس میں کدورت پیدا کر دیتے ہیں۔ ہائے! یہ انسان تو بی لومڑی سے بھی زیادہ چالاک اور مکّار ہیں۔" مانی کو ڈر لگنے لگا۔

ابھی مانی کی امی نے فون کا ریسیور رکھا ہی تھا کہ دروازے کی گھنٹی بجی۔ "دیکھیں محترمہ! آپ کا بیٹا ارسلان بار بار ہمارے گھر کی گھنٹی بجا کر بھاگ جاتا ہے، آپ پلیز اس کو سمجھائیں، ہمارے گھر میں مریض موجود ہیں، انھیں تکلیف پہنچتی ہے" مانی کو پڑوسی کی آواز آئی۔

"ہاں ٹھیک ہے! میں ابھی اسے آواز دے کر بُلا لیتی ہوں اور سمجھا دیتی ہوں۔"

یہ کہہ کر ارسلان کی امی نے دروازہ بند کیا اور پھر اکیلے میں بڑبڑانے لگی۔ "چھوٹا سا بچہ میرا کتنی پیاری شرارتیں کرنے لگا ہے۔ اب میں اسے ایک ایک بات پر روک ٹوک کرنے لگوں گی تو وہ آگے کیسے بڑھے گا۔" یہ سن کر مانی حیران رہ گیا۔ "شاید انسان سچ بول ہی نہیں سکتا۔" اس نے سوچا: "اگر شرارتیں کرنے سے اور پڑوسیوں کو تنگ کرنے سے آگے بڑھنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے تو پھر جنگل میں امی مجھے کیوں روکتی تھی؟" مانی سوچنے لگا۔

"ارے میں تو جانور ہوں نا۔" اسے اپنا جواب مل گیا۔

"انسانوں سے کئی گُنا بہتر، ہماری تربیت میں انسانوں کی طرح جھوٹ، تفریق، غیبت اور پڑوسیوں کو ایذا پہنچانا تھوڑی شامل ہوتا ہے۔" اب مانی تھوڑا تھک گیا تھا، اس نے سوچا کیوں نہ تھوڑی دیر سویا جائے، اس نے سونے کے لیے آنکھیں بند کیں تو اس نے سونے کے لیے آنکھیں بند کیں تو اسے جنگل اور اپنے والدین کی یاد ستانے لگی، انھیں یاد کرتے کرتے وہ سو گیا۔

والدین کی فرماں برداری کرنی چاہیے
والدین کی فرماں برداری کرنی چاہیے

ارسلان زور زور سے یہ جملہ دُہرا رہا تھا۔ اس کے اس شور سے مانی کی آنکھ کُھل گئی، وہ ارسلان کی بات غور سے سننے لگا۔

والدین کی فرماں برداری کرنی چاہیے
والدین کی فرماں برداری کرنی چاہیے

مانی کو یاد آیا کہ اس کے امی ابا اسے انسانوں سے دور رہنے کا کہا کرتے تھے لیکن وہ ان کی ایک نہ سنتا تھا۔ اب اُنھیں احساس ہوا کہ وہ کتنا غلط تھا۔ "والدین کی فرماں برداری کا سبق تو مجھے ماسٹر اُلّو نے بھی پڑھایا تھا اور میں نے ان کی بات کو سچ نہیں سمجھا۔ ماسٹر اُلّو انسان تھوڑی تھے جو جھوٹ بولتے۔ میں نے ماسٹر اُلّو سے ان کے پڑھائے ہوئے سبق (بقیہ ص 35 پر)

ایسا لگتا تھا کہ جیسے بیٹھے بیٹھے کوئی لوری دے رہا ہو' سکون کی لوری۔ ابھی وہ انہی سوچوں میں گم تھیں کہ اچانک انہیں آواز سنائی دی: ”السلام علیکم!“ مسز عبدالرزاق نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے سلام کیا۔

”معذرت چاہتی ہوں مسز فصیح! میری نیت بندھی تھی۔ بیٹھیں ناں...بہت خوشی ہوئی آپ کو یہاں اچانک دیکھ کر۔“ مسز عبدالرزاق' آمنہ بیگم سے گلے ملتے ہوئے گویا ہوئیں۔

”ارے نہیں نہیں...! مجھے تو یہاں بہت سکون محسوس ہو رہا تھا۔ پتا بھی نہیں چلا وقت کے گزرنے کا۔ میں نے یہ نرگسی کوفتے بنائے تھے۔ سوچا کہ فضل (نوکر) کے ہاتھ بھجوانے میں اپنائیت نہیں لگے گی' سو خود ہی چلی آئی۔“ آج آمنہ بیگم کچھ کنفیوز سی ہو رہی تھیں۔ بات نکلی تو پھر نکلتی ہی چلی گئی۔ وقت گزرنے کا احساس بھی نہیں ہوا' مگر آمنہ بیگم کو اپنے دل کی بات کیے بغیر چارہ بھی نہیں تھا اور کہنے کو الفاظ بھی نہیں مل رہے تھے۔ آخر کار انہوں نے الفاظ ترتیب دیے اور مسز عبدالرزاق کے آگے اپنے بچوں کا ذکر کر دیا۔

کچھ دیر کے لیے وہ خاموش ہو گئیں پھر گہری سانس لے کر یوں گویا ہوئیں:

”بات دراصل یہ ہے آمنہ بیگم کہ عمارت بننے سے پہلے اس کی بنیاد ڈالی جاتی ہے اور آپ کو تو پتا ہے کہ بنیاد جتنی مضبوط ہوگی' عمارت بھی اتنی ہی سیدھی اور مضبوط کھڑی ہوگی۔ اس کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ جیسے ہی پودا نکلتا ہے' اس کی کونپل کو اگر اس وقت ڈوری میں باندھ دیا جائے تو وہ شاخ سیدھی پروان چڑھے گی اور اگر یہ سوچ کر کہ ابھی درخت کی شکل بننے میں بہت وقت ہے' اسے ایسا ہی چھوڑ دیا جائے تو اس کی شکل آپ خود ہی سوچ سکتی ہیں۔

بچوں کا مسئلہ آج کل تقریباً ہر گھر کا ہی مسئلہ بن چکا ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ ہم بچوں کی تربیت بچپن سے نہیں کرتے اور جب بچہ پختگی کے مراحل میں قدم رکھتا ہے تو اس وقت اس کی تربیت کی کوشش شروع کرتے ہیں اور نہ ماننے پر ان پر غصہ کرتے ہیں' جس کی وجہ سے بچے کے اندر ضد اور بغاوت جیسے جذبات پروان چڑھنے لگتے ہیں اور والدین کو اس وقت ہوش آتا ہے' جب پانی سر سے اونچا ہو چکا ہوتا ہے۔ ایک بزرگ نے کسی سے پوچھا کہ بچہ کی تربیت کب سے شروع کرنی چاہیے؟ تو اس نے جواب دیا: چالیس دن کے بعد سے۔ تو بزرگ نے جواباً کہا: تم نے بچے کی زندگی کے چالیس دن برباد کر دیے۔

بچے کی تربیت کا وقت تو پیدائش سے پہلے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ ماں کا کیا ہوا ہر عمل بچے پر براہ راست اثر انداز ہوتا ہے۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اسی لیے اس کے کان میں اذان دی جاتی ہے کہ اس وقت اس کی عقل کام کر رہی ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ بچے کی آنکھ ویڈیو کیمرے کی طرح ہوتی ہے جو ہر چیز کو فیڈ کر رہی ہوتی ہے۔ اسی لیے نومولود بچے کے سامنے بھی ان چیزوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ دوسرا یہ کہ لباس... ہمیں تصاویر والے لباس پسند آتے ہیں۔ معصوم بچے کو کیا پتا کہ اس کی شرٹ پر کیا بنا ہوا ہے؟ لیکن ہم ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر غور ہی نہیں کرتے۔ حدیث پاک کا مفہوم ہے: ”اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے' جس میں کتا یا تصویر ہو۔“ اب آپ خود ہی بتائیں کہ اپنے بچے کو ہم رحمت سے خود ہی دور کرنے کا باعث بن رہے ہیں۔ بچہ اسکول جانے کے قابل ہوتا ہے تو اسکول جاتے ہوئے صبح صبح پچانوے فی صد بچے پینٹ شرٹ اور ٹائی میں نظر آتے ہیں' لیکن ہمیں کبھی کوئی غیر مسلم بچہ شلوار' قمیص اور ٹوپی پہنا ہوا نظر نہیں آئے گا۔

مسز فصیح! میں آپ کو یک حدیث پاک کا مفہوم سناتی ہوں کہ جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا' انہی میں سے اٹھایا جائے گا۔“ یعنی اس کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔ ہم سوچتے ہی نہیں کہ غفلت کی چادر اوڑھ کر بیٹھے ہیں۔ اس لیے شروع سے ہی بچے کو شلوار' قمیص کی عادت ڈالنی چاہیے اور دنیا کے اسٹینڈرڈ کی فکر کے بجائے آخرت کی فکر کی جائے اور انہیں ایسے دینی مدارس اور اسکولوں میں ڈالا جائے جہاں سنت لباس ہو۔ بچہ جب بولنا شروع کرے تو اسے سب سے پہلے لفظِ ”اللہ“ سکھایا جائے اور جب اسے بولنا آجائے تو سب سے پہلے (جاری ہے۔)

Parus Plastic
32

باپ کا بیٹی کے نام خط نمبر 20

رشتوں کا انتخاب

محمد دانش

میری سعادتمند بیٹی۔ ہزار ہا دعائیں

ماشاءاللہ! اب تمہاری بیٹی بھی عمر کے اُس حصے میں پہنچ چکی ہے جہاں والدین کی چاہت ہوتی ہے کہ اچھا رشتہ مل جائے تو لاڈلی بیٹی کا بیاہ کر دیں۔ ہمارے معاشرے میں بچیوں کے رشتے کے سلسلے میں قدم قدم پر دشواریاں پیش آتی ہیں، اس لیے میں نے سوچا کہ رشتے کا انتخاب کرتے وقت لڑکے کو چند اہم باتوں پر پرکھ لیا جائے تاکہ رشتہ طے ہو جانے کے بعد کوئی پچھتاوا نہ ہو۔ اپنے ہی تجربہ اور مشاہدہ کی روشنی میں چند مفید مشورے تحریر کر رہا ہوں نوٹ کر لیں۔

ہمارے معاشرے میں بیٹیاں جب نوجوانی میں قدم رکھتی ہیں تو اُس وقت ہی سے والدین کو اُن کی شادی کی فکر لاحق ہو جاتی ہے پھر بھی وہ بچیوں کی تعلیم مکمل ہونے اور اچھا رشتہ آنے کا انتظار کرتے ہیں۔ آپ تو جانتی ہیں بیٹی! شادی عمر بھر کا بندھن ہوتا ہے، کوئی گڑیا گڈے کا کھیل نہیں۔ یہ بچی کی زندگی کا سب سے اہم فیصلہ ہوتا ہے جس کے اثرات نسلوں تک جاتے ہیں۔ لہٰذا اس فیصلے کو جذبات کی رو میں بہہ کر نہیں، بل کہ بہت سوچ سمجھ کر اور اچھی طرح پرکھ کر کرنا چاہیے۔ ہمارے معاشرے میں لڑکی کی شادی کا فیصلہ عموماً والدین ہی کرتے ہیں کیوں کہ وہ اپنی بچی کی شخصیت اور مزاج سے بخوبی واقف ہوتے ہیں اور والدین سے بڑھ کر اپنی اولاد کا کون خیر خواہ ہو سکتا ہے۔ لیکن شادی کے بعد نباہ تو لڑکی نے کرنا ہوتا ہے۔ اس لیے اس فیصلے میں لڑکی کی سوچ اور مرضی کا دخل ہونا بھی ضروری ہے اور ہمارے دین کا بھی یہی حکم ہے۔ چناں چہ سمجھ دار والدین جب اپنی بیٹی کے لیے رشتے کا فیصلہ کرتے ہیں تو وہ اپنے نقطہ نظر کے بجائے اپنی بیٹی کی پسند اور مزاج کو مدنظر رکھ کر اس کے لیے شریک حیات کا انتخاب کرتے ہیں۔ والدین کا مقصد اور خواہش یہی ہونی چاہیے کہ بیٹی کا رشتہ ایسے گھرانے میں جہاں اس کی قدر کی جائے اور وہ ایک خوشگوار ازدواجی زندگی گزارے، تاہم اس سلسلے میں بیٹی کی رضامندی لینا بہت ضروری ہے اور بچیوں کو بھی اپنی پسند کا اظہار کرنے میں ہچکچاہٹ نہیں ہونی چاہیے۔ اگر شرم کی وجہ سے خود نہ کہہ سکیں تو بہن، بھائی یا کسی سہیلی کے ذریعہ اپنی پسند کا اظہار ضرور کریں۔ شریک حیات کا انتخاب کرتے ہوئے درجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا بہتر ہو گا۔

1..لڑکے کا شریف النفس اور باعمل مسلمان ہونا بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ کیوں کہ شریف انسان کے ساتھ زندگی کا سفر آسانی سے گزر سکتا ہے۔

2..لڑکی کی شادی اگر اپنے ہی جیسے گھرانے میں ہو تو نباہ کرنے میں زیادہ مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ ہمارے دین میں بھی یہی ہے کہ اپنے جیسے لوگوں میں نکاح کرنا بہتر ہوتا ہے۔ اپنے جیسے لوگوں سے مراد یہ ہے کہ دونوں گھرانوں کی قدریں مشترک ہوں، گھروں کا ماحول ملتا جُلتا ہو اور معاشی حیثیت میں بھی زیادہ فرق نہ ہو۔

3..شوہر کا انتخات کرتے وقت لڑکے کو اچھی تعلیم و تربیت کا حامل اور برسرروزگار ہونا ضروری ہے، وہ اس قابل ضرور ہو کہ شادی کے بعد بیوی کی معاشی ذمہ داری اُٹھا سکے۔ ابتدا میں اس کی آمدنی زیادہ نہ بھی ہو لیکن آئندہ ترقی کے امکانات ضرور ہوں۔

4..شریک حیات کے لیے ذمہ دار، سنجیدہ اور سمجھ دار ہونا بہت اہمیت رکھتا ہے، غیر ذمہ دار لاأبالی سے لڑکے اکثر بہتر شوہر ثابت نہیں ہوتے۔ اسی طرح آج کل لڑکوں میں منشیات کا استعمال عام ہوتا جا رہا ہے۔ جس کی وجہ سے نوجوانوں میں بیروزگاری اور دیگر مسائل کے سبب ذہنی، اضطراب اور بے چینی ہے۔ منشیات کے عادی شوہر اکثر بیوی پر جسمانی تشدد کرتے ہیں۔ لہٰذا شوہر کا انتخاب کرتے وقت ان کی عادات اور خصائل کے متعلق اچھی طرح معلومات حاصل کر لینی چاہیے۔

5..زیادہ تر لڑکیاں اپنے ہونے والے شوہر کی اچھی شکل وصورت اور اسمارٹ ہونے کو اولیت دیتی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ خوبصورت اور جاذب نظر شخصیت سب کے لیے کشش رکھتی ہے۔ لیکن آپ کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ظاہری شکل وصورت ہی سب کچھ نہیں ہوتی۔ اصل واسطہ تو سیرت، اخلاق اور کردار سے پڑتا ہے۔ لہٰذا اوّلیت انہی صفات کو دینی چاہیے۔ اچھی سیرت کے ساتھ ساتھ اگر وہ خوش شکل اور اسمارٹ بھی ہو تو سونے پر سہاگہ ہے۔ درحقیقت جس کی سیرت اچھی ہوتی ہے اُس کی صورت خود بخود اچھی لگنے لگتی ہے۔ اس لیے سیرت اور کردار زیادہ توجہ دینی کی ضرورت ہے۔

6..کچھ گھرانوں میں بیٹی کا رشتہ ایسے خاندان میں کرنے کا رجحان پایا جاتا ہے۔ جہاں لڑکی کے رشتے دار کم سے کم ہوں اور اگر کوئی بھی نہ ہو تو زیادہ اچھا سمجھا جاتا ہے۔ میرے خیال میں یہ سوچ نامناسب ہے۔ تجربے سے یہ ثابت ہوا ہے کہ ایک فرماں بردار بیٹا ہی ذمہ دار شوہر بھی ثابت ہو سکتا ہے اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جس گھرانے میں والدین ایک دوسرے کو عزت و احترام دیتے ہیں اس خاندان کے لڑکے بھی عموماً ویسا ہی روّیہ اپنی بیوی کے ساتھ رکھتے ہیں لہٰذا ان چیزوں کو بھی مدنظر رکھتے ہوئے فیصلہ کرنا چاہیے۔

7..کچھ ماہر نفسیات کا خیال ہے کہ ہمارے ملک میں پچاس فیصد سے زیادہ لوگ نارمل نہیں ہیں۔ وہ یا تو احساس برتری کا شکار ہیں یا احساس کمتری کا۔ اس طرح کے نفسیاتی مریضوں کے ساتھ زندگی گزارنا بعض اوقات بہت ہی مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لیے ایسے لوگوں سے دور رہنا ہی بہتر ہے۔

8..آج کل معاشی ترقی کا دور ہے۔ جلد از جلد دولت مند بننے کی خواہش نے لوگوں کو لالچی بنا دیا ہے۔ اسی وجہ سے بیٹے کی شادی کے موقع پر اکثر لمبے چوڑے جہیز کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ لالچی کی نیت کبھی نہیں بھرتی۔ ایسے لوگ شادی کے بعد بھی لڑکی کو اپنے میکے سے رقم لانے کا مطالبہ کرتے ہیں اور انکار پر بیوی پر تشدّد کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ ایسے گھرانوں میں رشتہ کرنے سے گریز کریں اور لالچی لوگوں سے حتیٰ الامکان دور رہیں۔

آخر میں میں یہ کہنا چاہوں گا کہ لڑکیوں کو بھی حقیقت پسندانہ روّیہ اپنانے کی ضرورت ہے۔ انہیں اپنا منصفانہ محاسبہ کر کے اپنی حیثیت کا صحیح تعین کرنا چاہیے۔ انہیں اپنی خواہشات اور خیالات کی پرواز اپنی حیثیت کے مطابق رکھنی چاہیے۔ اونچے اونچے خیالات رکھ کر اپنے خوابوں کے شہزادے کا انتظار کرنے والیاں اکثر بن بیاہی رہ جاتی ہیں۔ لہٰذا مجھے یقین ہے کہ ہماری بیٹی حقیقت پسندی اور عقل سلیم سے کام لیتے ہوئے اپنی بیٹی کے لیے ایک ایسے شریکِ حیات کا انتخاب کریں گی جس کے ساتھ وہ ایک پُرمسرت، باوقار اور خوشگوار زندگی گزار سکے۔

دعاگو

آپ کے ابو

بقیہ انسانوں والی حرکات

پر عمل کرنے کا وعدہ بھی کیا تھا، لیکن انسانوں کی طرح میں اپنی بات سے پھر گیا۔" مانی کو افسوس ہوا۔ "یا اللہ! مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی! میں نے یہ کیسی انسانوں والی حرکت کر دی، اب اس کا انجام کیا ہو گا۔" مانی پریشان ہو گیا " یا اللہ! میں انسان نہیں بننا چاہتا، میں جانور ہو کر انسانوں سے کئی گُنا بہتر ہوں۔ میں اب کبھی بھی اپنے والدین کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ پلیز! مجھے یہاں سے نکال دیں۔" ابھی مانی فریاد کر ہی رہا تھا کہ اس نے دیکھا کہ پنجرے کا دروازہ کُھلا ہوا ہے۔ دوپہر کو جب ارسلان پنجرے پر گرا تھا تب دروازہ کُھل گیا تھا۔ مانی نے موقع کو غنیمت جانا اور بھاگ نکلا۔ بہت تیزی سے 'بہت دور تک بھاگتے بھاگتے مانی سڑک پر پہنچا۔ وہاں تیز رفتار گاڑیاں زور و شور سے چل رہی تھیں۔ مانی کو لگا کہ وہ کسی گاڑی کے نیچے آکر مر جائے گا۔ وہ سفید رنگ کی گاڑی جو مانی کی سمت میں آ رہی تھی اچانک آتے آتے رُک گئی۔ ایک آدمی گاڑی سے باہر نکلا، مانی کو اُٹھایا اور اپنے ساتھ لے گیا۔ "نہیں مجھے میرے گھر جانا ہے، مجھے انسانوں کے پاس نہیں رہنا۔" مانی پریشان ہو گیا "تم بھی مجھے کل مارکیٹ میں لے جا کر جھوٹ بول کر بیچ دو گے۔ خُدا کے واسطے، مجھے میرے گھر، میرے جنگل چھوڑ آئو۔" وہ آدمی مانی کو اپنے گھر لے گیا۔ مانی کو دیکھتے ہی اس آدمی کی امی دوڑی چلی آئیں۔ "عبداللہ! یہ خرگوش تمہیں کہاں سے مِلا؟" "سڑک کے بیچ و بیچ کھڑا تھا، مجھے لگتا ہے بے چارہ بھٹک گیا ہے۔" عبداللہ نے جواب دیا۔ "ہاں ہاں! میں بالکل بھٹک گیا ہوں، مجھے جنگل چھوڑ آؤ۔" مانی چلّانے لگا۔ "امی آپ ذرا اس کو کھانا کِھلا دیں، میں نماز پڑھ کر آتا ہوں۔" عبداللہ نے کہا۔ "ٹھیک ہے، یہ کہہ کر امی اسے کھانا کھلانے میں مشغول ہو گئیں۔ مانی بے حد بھوکا تھا۔ وہ بے صبری سے گاجریں کھانے لگا اور کھاتا ہی رہا۔ تھوڑی دیر بعد عبداللہ بھی آگیا "ابھی تک کھا رہا ہے؟" اس نے پوچھا۔ "ہاں! شاید صبح سے بھوکا ہے، اب تم اسے پانی پلا دو، مجھے بھی نماز پڑھنی ہے" امی نے عبداللہ سے کہا۔

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو

ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں

"ہاں جلدی کریں، نماز کا ٹائم نکل رہا ہے۔" کھا پی کر مانی سو گیا۔ صبح جب وہ اُٹھا تو اس نے دیکھا کہ عبداللہ اور اس کی امی پہلے سے جاگ رہے تھے۔ امی نے مانی کو کھانا کِھلایا اور پھر عبداللہ اسے دوبارہ جنگل میں چھوڑ آیا۔ جنگل پہنچ کر مانی اپنے والدین سے ملا تو اس کی جان میں جان آئی اور انسان بننے کا بھوت اس کے سر سے اُتر گیا۔

اُمیدِ بہار رکھ

تائبہ رِدا

آج ستائیسویں کی شب دعا کرتے ہوئے عنبر کے آنسو بہہ رہے تھے :

"یا اللہ ! رمضان جا رہا ہے۔ یا اللہ ! اس میں ہر وقت جو آپ سے قرب کا احساس رہتا تھا' ہر وقت ایک امید رہتی تھی کہ دعا مانگیں گے' قبول ہو گی۔ یا اللہ نیکیاں کرنے کا شوق تھا کہ ستّر گنا زیادہ ثواب ملے گا اور گناہ سے ڈرنا تھا کہ ثواب کی طرح گناہ بھی زیادہ ملے گا۔ ہر وقت یا اللہ ! آپ کے قریب ہونے کا احساس رہتا تھا۔ یا اللہ ! کچھ ایسا کر دیجیے کہ آپ سے دوری نہ ہونے پائے۔ یا اللہ ! میرے پورے گھر والوں کو ہدایت دے دیجیے۔ یا اللہ ! ٹی وی کی نحوست میرے گھر سے نکال دیجیے۔ میں بھی اس گھر میں رہتے ہوئے اس فتنے سے نہیں بچ پاتی ہوں۔"

جو اللہ سے تعلق بنانے والے ہوتے ہیں' جن کے دلوں میں اللہ کی محبت ہوتی ہے' رمضان کے صحیح معنوں میں قدر دان ہوتے ہیں۔ واقعی رمضان کو رخصت کرنا ان کے لیے آسان نہیں ہوتا' لیکن رمضان تو اہلِ تقویٰ کے لیے تربیتی کورس کی طرح ہوتا ہے۔

عنبر خود تو پردہ کرتی تھی' ٹی وی بھی نہیں دیکھتی تھی' لیکن اس کے سُسر اور شوہر ٹی وی کے دل دادہ تھے اور خاندان کی بہت سی خواتین بھی پردہ نہیں کرتی تھیں تو گھر میں موسیقی اور بے پردگی اور بد نظری کی نحوست تو آتی ہی ہے۔ اس کے اثرات کو عنبر محسوس بھی کرتی تھی' اس لیے کہ جب تقویٰ ہوتا ہے تو اللہ عقل بڑھا دیتا ہے۔ مؤمن بندے کی فراست بڑھ جاتی ہے' وہ تقویٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔ قرآن میں اہلِ تقویٰ کو بشارت سنائی گئی ہے "ترجمہ : اگر تقویٰ اختیار کرو گے تو اللہ تمہیں فرقان (صحیح غلط کی پہچان) عطا کرے گا۔"

پہلے ٹی وی کا ریموٹ جب اس کے شوہر مانگتے تھے تو اسے غالب کا یہ مصرع یاد آتا تھا۔ چھوٹتی نہیں ہے غالبؔ یہ منہ کو لگی ہوئی

میں کیا کر سکتی ہوں' وہ دل میں سوچتی اور ریموٹ بڑھا دیتی۔ پھر اسے ان شعراء کا واقعہ یاد آیا' جنھوں نے توبہ تائب ہو کر اصلی شراب چھوڑ دی تھی تو اس نے بھی سوچ لیا کہ شاید میری دعاؤں میں کمی ہے۔ انشاء اللہ ٹی وی کا زہر بھی میرے گھر سے نکل جائے گا' اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

اتنی سمجھ تو عنبر کے شوہر فائق اور سسر قمر الدین صاحب کو بھی تھی کہ رمضان میں ٹی وی نہیں کھولتے تھے۔ عید کی شام کو قمر الدین صاحب مہمانوں کے جانے کے بعد لاؤنج میں آ کر بیٹھے' فائق نے ریموٹ ہاتھ میں لیا اور ٹی وی "آن" کر لیا۔

گانے کی آواز عنبر کی ساعتوں سے ٹکرائی تو اسے بہت تکلیف ہوئی۔ اس نے دل ہی دل میں دعا کرنا شروع کر دی۔ "یا اللہ ! میرے شوہر کے دل میں گناہوں کی نفرت ڈال دے' گانا بجانا' موسیقی تو شیطان کی پسندیدہ آواز ہے۔ میرے بچوں کے معصوم کانوں کو اس گندگی سے بچا لے۔ یا اللہ ! میں کمزور ہوں پر آپ تو قدرت والے ہیں۔ یا اللہ ! اس کی نحوست سے گھر والوں سے نیکیوں کی توفیق چھننے لگتی ہے' گھروں میں جھگڑے ہوتے ہیں' دعائیں قبول نہیں ہو پاتیں۔ یا اللہ ! اس بلا' مصیبت سے ہر مسلمان کے گھر کو نجات دے دے۔"

یَامُصَرِّفَ الْقُلُوبِ صَرِّفْ قُلُوبَنَا اِلٰی طَاعَتِكَ

"اے دلوں کے پھیرنے والے' ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر دیجیے۔"

اتنے میں چھ سالہ دانش جو ابھی باہر سے کھیل کر اندر آیا تھا' اس نے اپنے ابا اور دادا کو ٹی وی دیکھتے ہوئے دیکھا تو ایک دم سے چونک کر دادا سے سوال کیا :

"دادا جان آپ نے تو کہا تھا کہ ہم رمضان میں ٹی وی نہیں کھولیں گے' کیوں کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیں گے تو کیا دادا جان رمضان کے بعد اللہ کو ناراض کر سکتے ہیں؟"

"نہیں بیٹا ! بالکل نہیں' میں تو نیوز دیکھ رہا تھا۔" انھوں نے جلدی سے چینل چینج کرتے ہوئے کہا۔ وہ اپنے چھ سالہ پوتے کے اس دانش مندانہ سوال سے گھبرا گئے۔

نیوز میں میوزک کی آواز آئی تو دانش نے پوچھا : "آپ اور دادی اماں تو کہتے تھے کہ ٹی وی میں تصویریں ہوتی ہیں' جس سے رحمت کے فرشتے نہیں آتے اور جس گھر میں گانا زیادہ ہوتا ہے وہاں رونا بھی زیادہ ہوتا ہے۔"

"ہاں بیٹا ! بس تھوڑا سا..."

"اچھا تو کیا تھوڑا ناراض کر سکتے ہیں اللہ کو؟" دانش نے پھر پوچھا۔

"دانش ! یہ کیا بد تمیزی ہے۔" فائق نے بیٹے کو ڈانٹا۔ (بقیہ ص 11 پر)

Pervaz Omer
37

بچوں کے فن پارے

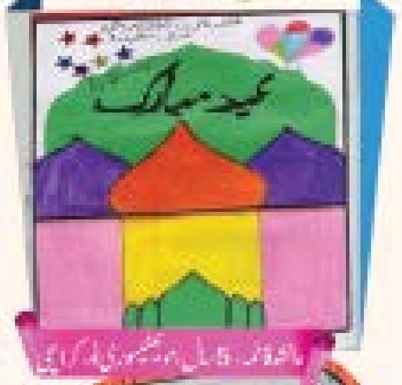
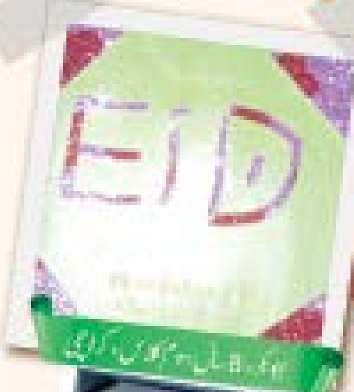

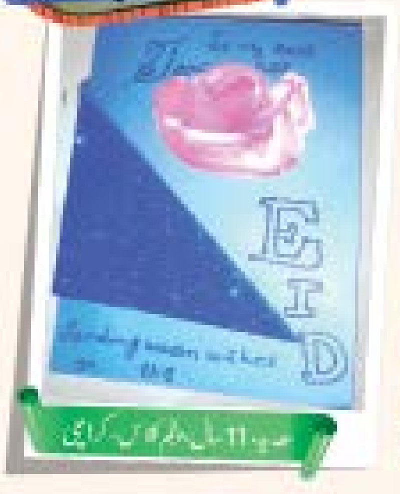

اپنے اعمال میں جب سدھار آنے کو ہے
افسوس اب رمضان جانے کو ہے

آہ! رحمتوں اور برکتوں والا مہینہ ہم سے جدا ہونے کو ہے۔ اپنی جان سے پوری کوشش کی ہم نے کہ رمضان ہماری بخشش کا سبب بنے۔ خوب رو رو کے دعائیں کیں ہیں۔ طاق راتوں میں عبادت کی ہے۔ اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ رونا ضائع نہیں کیا ہوگا' کیوں کہ اللہ کے خوف سے گرنے والا آنسو... بے شک چھوٹا کیوں نہ ہو' لیکن اس میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ وہ سمندر کے برابر گناہ مٹا دیتا ہے۔

اور پیارے بچو! آپ کو تو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بچوں کی عبادتیں اور بچوں کی دعائیں کتنی پسند ہیں۔ ماہنامہ فہمِ دین کی جانب سے آپ سب بچوں' آپ کے والدین اور تمام رشتے داروں کو بہت بہت عید مبارک قبول ہو۔

تحفہ دعاؤں کا تمہیں پہنچے میرا
سدا رہے تمہارے گرد خوشیوں کا گھیرا
مسرتیں تمہیں عید کی مبارک ہوں
تمہاری فرصت میں نہ آئے کبھی غموں کا گھیرا

بہترین عید کارڈز بنانے والے خوش نصیبوں کے نام

1...اسما رانی' 10 سال' پنجم کلاس' کراچی	اوّل	500 روپے عیدی مبارک ہو۔
2...ابو بکر' 8 سال' سوم کلاس' کراچی	دوئم	300 روپے عیدی مبارک ہو۔
3...سمیکہ ریحان' 11 سال' ہشتم کلاس' کراچی'	سوئم	200 روپے عیدی مبارک ہو۔

نوٹ: آپ کا بنایا ہوا پیارا سا فن پارہ ہو یا سوالات کے جوابات ہوں
اس کے ساتھ اپنا نام' عمر' کلاس' ایڈریس اور فون نمبر ضرور لکھیے گا' ورنہ وہ قابلِ اشاعت نہیں ہوگا۔
اور پھر اسے ماہنامہ فہمِ دین کے ایڈریس پر پوسٹ کردیں'
یا پھر وٹس اپ کے ذریعے 0304-0125750 پر ہمیں سینڈ کردیں۔

ماہنامہ فہم دین جولائی کے نئے سوالات

سوال نمبر 1: اپنی عیدی کا کچھ حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کیا؟
سوال نمبر 2: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت کیا تھی؟
سوال نمبر 3: حضور اکرم ﷺ کتنی انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے تھے؟
سوال نمبر 4: آپ ﷺ نے حضرت صفیہؓ کو اونٹ پر کس طرح سوار کرایا؟
سوال نمبر 5: وہ کونسے بزرگ تھے' جنھوں نے چالیس سال تک عشا کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی؟

مئی کے سوالات کے جوابات

سوال نمبر 1: حضرت طاؤس بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ
سوال نمبر 2: عائشہ نے نوالہ صاف کر کے کھالیا۔
سوال نمبر 3: پانی پینے کی سنتیں:
- بسم اللہ پڑھ کے پینا۔
- بیٹھ کر پینا۔
- سر ڈھانک کر پینا۔
- شنی میں پانی دیکھ کر پینا۔
- تین سانس میں پینا۔
- سیدھے ہاتھ سے پینا۔
- آخر میں الحمد للہ کہنا۔

سوال نمبر 4: ڈھولو نے بستی والوں کی مدد ڈھول بجا کر کی۔
سوال نمبر 5: وہ بزرگ حضرت سری سقطیؒ تھے۔

مئی کے سوالات کا درست جواب دے کر انعام جیتنے والے تین خوش نصیبوں کے نام

1...عیشہ' 6 کلاس' 12 سال' کراچی
2...خزیمہ قاسم' شعبہ حفظ' 13 سال' کراچی
3...محمد طلحہ' شعبہ حفظ' 11 سال' کراچی

ان میں سے ہر ایک کو 300 روپے نقد اور ماہنامہ فہمِ دین مبارک ہو۔

درست جواب دینے والوں دیگر بچوں کے نام
- عبد الحکیم' شعبہ حفظ' 12 سال' کراچی
- محمد ارشاد' شعبہ حفظ' 12 سال' کراچی
- محمد حذیفہ نذیر' شعبہ حفظ' 10 سال' کراچی

Burger Shack
41

ذونی کی عید

ڈاکٹر الماس روحی

ذونیہ ایک نٹ کھٹ بچی تھی، جسے پیار سے سب ذونی کہتے تھے۔ ذونی کو چاکلیٹ کھانے کا بہت شوق تھا۔ ذونی کی امی اکثر اسے سمجھاتیں: ”ذونی! اتنی چاکلیٹ نہیں کھاتے، دانت خراب ہو جاتے ہیں۔“ مگر وہ بھی کیا کرتیں، اسے بس چاکلیٹ کھانا بہت اچھا لگتا تھا۔ ماموں جب بھی اسلام آباد، لاہور، پنڈی اور ملتان کہیں بھی جاتے، اُس کے لیے خاص طور پر چاکلیٹ کا ڈبہ لاتے۔ پھر اس کے ابّو، دادا اور چاچو بھی اسے طرح طرح کی چاکلیٹ کھلاتے رہتے تھے۔ ابھی اس نے اسکول جانا شروع کیا تھا۔ ننھی منی سی ذونی جب اسکول جاتی تو اس کی امی ضرور لنچ بکس میں دو چار چاکلیٹ رکھ دیتی تھیں۔ ”بیٹا ذونی! اپنے دوستوں کو بھی چاکلیٹ کھلا دیا کرو۔ اللہ پاک مل بانٹ کر کھانے والوں سے خوش ہوتے ہیں۔“

ارم اس کی ایسی سہیلی تھی، جو لنچ نہیں لاتی تھی۔ وہ ناشتہ بھی کر کے نہیں آتی تھی۔ بہت کم زور تھی۔ اکثر چُپ رہتی تھی۔ ذونی یوں تو سب کو چاکلیٹ کھلاتی تھی، لیکن خاص طور پر اسے ارم کو دیتے ہوئے خوشی ہوتی تھی۔ چاکلیٹ کے ساتھ ساتھ وہ اُسے اپنا لنچ بھی کھانے دیا کرتی تھی۔ اس طرح ارم ذونی کی دوست بن گئی تھی۔ ارم ذونی کے محلے میں رہتی تھی۔ اس کے ابو سائیکل پر اسے اسکول چھوڑنے جاتے تھے۔ ذونی نے ایک دِن اپنی کار سے اترتے ہوئے اسے سائیکل پر اسکول آتے دیکھا تو اسے حیرت ہوئی۔ ”کیا تم اور تمہارے ابو گرتے نہیں ہیں؟“

ارم ہنس دی: ”نہیں بھئی، میرے ابو اچھی سائیکل چلاتے ہیں اور مجھے گرنے نہیں دیتے۔“

گرمیوں کی چھٹیوں کے ساتھ رمضان کی آمد تھی اور پھر عید آنی تھی۔ ”اس عید پر کتنا مزہ آئے گا۔ میرے ماموں ممانی اسلام آباد سے آرہے ہیں، وہ میرے لیے تحفے لائیں گے، پھر میری امی نے عید کی تیاری کر لی ہے۔ میرے بہت سے کپڑے بنے ہیں اور گلابی، نیلی پیلی چوڑیاں بھی آئی ہیں۔ اچھا بتاؤ تمہاری امی نے کیسے کپڑے بنائے ہیں؟ اس نے شوق سے پوچھا۔“

ارم اُداسی سے بولی: ”اس دفعہ ہم لوگ نئے کپڑے نہیں بنائیں گے۔ میری اور میرے بھائی کی فیس اور کورس کے لیے ابو کو قرض لینا پڑا ہے، اس لیے ہم اس بار پرانے کپڑے ہی پہنیں گے۔“ ذونی اس کی بات سن کر سوچ میں پڑ گئی۔

ذونی کی امی اور دادی نے روزہ افطار کرنے کے بعد تھیلیوں میں پیک بہت سے نئے کپڑے نکالے۔

”امی جان! یہ اتنے پیارے پیارے کپڑے کس کے لیے ہیں؟“

دادی جان مسکرائیں: ”ذونی بیٹا! یہ کپڑے تحفے میں دیے جائیں گے۔“

”دادی جان! اتنے اچھے اچھے کپڑے کیوں دیے جا رہے ہیں؟“

تب دادی اماں نے اسے اپنے پاس بٹھایا اور کہا: ”بیٹا! تحفے میں ہمیشہ اعلیٰ اور اچھی چیز دینی چاہیے، اس سے ہمارا اخلوص ظاہر ہوتا ہے اور یہ اللہ پاک کا حکم ہے۔ جو لوگ کپڑے نہیں بنا سکتے، اُن کی اس طرح مدد کرنے سے اللہ پاک خوش ہوتے ہیں۔“ دادی اماں کی بات سنتے ہی اسے ارم یاد آگئی اور اس نے ارم کے بارے میں دادی جان کو بتایا تو دادی جان بولیں: ”بیٹی ذونی! کل چاند رات ہے۔ ہم کل تمہاری اس دوست کے گھر چلیں گے اور اسے بھی تحفے دے کر آئیں گے۔“

ذونی کو چاند رات کا انتظار تھا۔ اس روز وہ صبح سے خوش تھی۔ آخر رات ہو گئی۔ چاند نظر آتے ہی سب عید کی مبارک دینے لگے۔ ذونی کے ماموں اور ممانی ملنے آئے۔ ذونی کے لیے ڈھیروں تحفے لائے اور چاکلیٹ کے ڈبے بھی لائے۔ وہ بہت خوش تھی، پھر وہ دادی کے ساتھ ارم کے گھر گئی۔ ارم اور اس کی امی انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ تحفے میں کپڑے اور کھانے پینے کی چیزیں بھی دادی اماں لے گئی تھیں۔ جب چلنے لگے تو ذونی بولی: ”ٹھہریئے دادی جان! میں ارم کو عید کا خاص تحفہ تو دے دوں۔“ اس نے پرس سے چاکلیٹ کا ڈبہ نکالا اور ارم کو تھما دیا۔ اس کی اس بات پر سب ہنس پڑے۔

اے ماہِ درخشاں

جوہر عباد

اے ماہِ صوم! اے ماہِ درخشاں
تیرا ثانی نہیں ہے شہرِ رمضاں
مجسم تو ہے رب کی مہربانی
ملیں گے پھر بشرطِ زندگانی

مہینوں کا ہے تو سردار ایسا
نہیں کوئی مہینہ تیرے جیسا
جبھی تو ہے تیری امت دیوانی
ملیں گے پھر بشرطِ زندگانی

تیرے آنے کی خوشی تھی زیادہ
تیرے جانے کا غم بھی بے اندازہ
تیرے جانے پہ تیری قدر جانی
ملیں گے پھر بشرطِ زندگانی

لگایا سب کو ہی ذکرِ خدا میں
تلاوت و عبادت اور دعا میں
بڑھایا تو نے جذبۂ ایمانی
ملیں گے پھر بشرطِ زندگانی

تیرے آنے سے مسجدوں میں رونق
سحر، افطار میں گھروں میں رونق
تیرے دم سے عبادت میں روانی
ملیں گے پھر بشرطِ زندگانی

ہے رحمت، مغفرت تیار تجھ سے
پھر آخرت میں نجاتِ نار تجھ سے
تیرا ملنا شفاعت کی نشانی
ملیں گے پھر بشرطِ زندگانی

جو تو آیا تو رحمت آئی ایسی
ہوئی شیطان کی ایسی کی تیسی
ملی اس کو مسلسل ناتوانی
ملیں گے پھر بشرطِ زندگانی

ملی راتیں ہزاروں شب سے بڑھ کر
کڑوروں نیکیاں قرآن پڑھ کر
خبر دیتی ہیں آیاتِ قرآنی
ملیں گے پھر بشرطِ زندگانی

تیری آمد سے وہ مسرور ہوتے
تیرے جانے پہ زار و زار روتے
تیرے مدّاح تھے شاہِ زمانی
ملیں گے پھر بشرطِ زندگانی

سکھایا تو نے نظم و ضبط کیا ہے؟
خدا کا خوف کیا ہے؟ ربط کیا ہے؟
تیری ہر ایک ساعت ہے سہانی
ملیں گے پھر بشرطِ زندگانی

کیا ہے جس نے بھی اکرام تیرا
ملا پھر اُس کو فیضِ عام تیرا
زہے نصیب تیری میزبانی
ملیں گے پھر بشرطِ زندگانی

نظر انداز کر دینا خطائیں
گناہ و لغزشیں، ساری جفائیں
عطا ہو مغفرتِ جاودانی
ملیں گے پھر بشرطِ زندگانی

تو تھا مہمان ایسا قدر والا
دیا جاتے ہوئے تحفہ نرالا
ملی عید الفطر کی شادمانی
ملیں گے پھر بشرطِ زندگانی

تیرے دم سے ملے جنت کا وہ دَر
کہ روزے دار ہی جائیں گے اندر
درِ ریّان پہ تیری حکم رانی
ملیں گے پھر بشرطِ زندگانی

بالآخر آگیا وقتِ وداع اب
کریں کس دِل سے تجھ کر الوداع اب
کہ تو لگتا ہے تحفۂ آسمانی
ملیں گے پھر بشرطِ زندگانی

بڑے وثوق سے کہتی ہے جوہؔر
تو فضلِ رب کا ہے بہتا سمندر
ہے تجھ سے کامیابی کامرانی
ملیں گے پھر بشرطِ زندگانی

عیدیے

جوہر عباد

یوں نظر آیا ہلال عید ہے
جس طرف دیکھو جمال عید ہے
سوچ کر ہی ہو گیا مسرور دل
کس قدر عمدہ خیال عید ہے
چاند رات و لوگوں کی تیاریاں
ہر جگہ ہی استقبالِ عید ہے
یا خدا ایسی ہوں خوشیاں چار سو
یوں لگے سب کو کہ سال عید ہے
نئی نئی چیزیں نئے پیرہن
ہر جگہ ہی ڈیرہ ڈالے عید ہے
کیا کیا محتاج و مسکیں کے لیے
سب کے واسطے سوالِ عید ہے
کیجیے اوروں کو خوشیوں میں شریک
کیوں کہ یہی تو کمالِ عید ہے
جن کے کاموں سے ہوا راضی خدا
ان کا تو ہر دن مثال عید ہے
ہوگا اب تحائف کا تبادلہ
دوستی میں رنگ ڈالے عید ہے
نت نئے پکوان لذت سے بھرے
سب گھروں میں یہ ہی حال عید ہے
عیدی جو دیتے ہیں بچوں کو بڑے
واہ واہ! کیا خوب مالِ عید ہے
کیا کریں تعریف اس تہوار کی
سارے غم خوشیوں میں ڈھالے عید ہے
عید جوہر نام ہے امید کا
مایوسی دل سے نکالے عید ہے

گلدستہ

حمد باری تعالیٰ

ناموں میں فقط نام خدا سب سے بڑا ہے
صد شکر کہ ہونٹوں پہ مرے اس کی ثنا ہے
یہ رنگ، یہ خوشبو، یہ بدلیں، یہ فضائیں
جو کچھ بھی ملا ہے ہمیں خود اس نے دیا ہے
وہ حاتم دوراں ہو کہ قارون زمانہ
اللہ کی سرکار میں صرف ایک گدا ہے
توفیق اطاعت بھی وہی دیتا ہے ہم کو
بھٹکے ہوئے ذہنوں کا وہی راہنما ہے
عالم میں کوئی شے نہیں جو اس سے بڑی ہو
وہ خود بھی بڑا اس کا حکم بھی بڑا ہے

شاعر: اقبال عظیم

تعلق مع الرسول ﷺ

مفکرِ اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی تحریر فرماتے ہیں کہ:

"یوں تو اس دنیا میں خدا کا دیا سب کچھ ہے،
لیکن اگر اس بھرے بازار میں ایک درد و محبت ہی کی "دکان" نہیں،
جہاں سے قلب کی حرارت اور عشق کی دولت مل سکتی ہے،
تو پھر دنیا ایک قمار خانہ اور زندگی محض "سود و سودا مکر و فن" ہے۔
اور اس میں وہی زیادہ کامیاب ہو گا جو اس فن میں طاق ہو گا۔
من کی دنیا من کی دنیا سوز و مستی جذب و شوق
تن کی دنیا تن کی دنیا سود و سودا مکر و فن"
اس زندگی کی آبرو اور اس باغ ہستی کی ساری بہار اور سارا وقار
اور اس دنیا کا سارا ہنگامہ بھی اسی درد و محبت کے دم سے ہے،
اس کے بغیر یہ محفل سونی اور یہ گھر بے چراغ ہے۔
غرض کائنات میں یہی ایک کام کا دانہ ہے، اگر یہ نہیں تو پھر سب خس و خاشاک ہے۔
اہل دل نے تو اس دن کو اپنی عمر میں شمار کرنے سے انکار کر دیا ہے، جو عشق و مستی کے بغیر گزر گیا۔

(تذکرہ حضرت مولانا فضل الرحمان گنج مراد آبادی ص:۸)

ختمِ نبوت

ہم ختم نبوت کی اک دھوم مچائیں گے
امت کو محمدؐ کی پہچان کرائیں گے
وہ راج دلارے ہیں، اللہ کے پیارے ہیں
یہ پیار جنہیں ان کا وہ سب کو بھلا دیں گے
وہ سب کے ہی پیارے ہیں، وہ سب سے نرالے ہیں
اعدائے محمدؐ کو، جا جا کے بتا دیں گے
اللہ کا قرآں بھی، محبوبؐ کا فرماں بھی
آیات و حدیثیں ہم پڑھ پڑھ کے سنائیں گے
سورت بھی بتائیں گے، سیرت بھی سنائیں گے
ہم حب محمدؐ سے ہر دل کو سجائیں گے
جب ذکر نبیؐ چھایا اک وجد ہمیں آیا
رو رو کے رلا دیں گے، ہنس ہنس کے ہنسا دیں گے
ہر شہر و بیاباں پہ، ہر ساحل و دریا پہ
ہم ختم نبوت کے جاں باز بنا دیں گے
ہم آخری امت ہیں، وہ آخری پیغمبرؐ
پیغام اسلام کا ہر اک کو سنا دیں گے

شاعر: محمد اسامہ سرسری

دعوت نامہ

ماہنامہ فہم دین کے "گلدستہ" میں شرکت کے لیے آپ اپنی پسندیدہ حمد و نعت یا پسندیدہ شعر، لطیفہ، کوئی مزاحیہ نظم یا کسی کتاب سے کوئی اہم اقتباس مکمل حوالے اور اپنے نام اور فون نمبر کے ساتھ صفحہ تین پر دیے گئے پتہ پر بھجوا سکتے ہیں۔ واضح رہے کہ حوالے کے بغیر بھیجا ہوا اقتباس یا شاعری قابلِ اشاعت نہیں ہو گی۔

کوئی محرومی سی محرومی ہے!

محمد عربی ﷺ کا پیغام، خالق ارض و سما کا پیغام ہے۔ اللہ نے اپنے آخری پیغام کے لیے آخری پیامبر ﷺ کا انتخاب کیا اور محمد عربی ﷺ کے مقام بلند کی رفعتیں یہ ہیں کہ بنی نوع انسان نے آپ ﷺ کے واسطے سے رب کائنات کو جانا۔ مکے کے لوگ اسے چالیس سال سے دیکھ رہے تھے۔ اس کے کردار کی رفعتوں، اس کی گفتار کی شیرینیوں اور اس کے انداز و اطوار کی عظمتوں سے آشنا تھے۔ وہ ان میں سے تھا لیکن ان سے جدا تھا۔ وہ انہی میں رہتا لیکن کہیں اور بستا تھا۔ وہ انہی کے درمیان اٹھتا بیٹھتا لیکن کسی اور جہاں کا محفل نشین تھا۔ سو جب اس نے کہا کہ میں اللہ کا نبی ﷺ ہوں تو فطرت سلیم رکھنے والے اس کے قافلے میں شریک ہو گئے اور کفر و شرک کی زنجیروں میں جکڑے ہوؤں نے اس پر عرصہ حیات تنگ کر دیا لیکن وہ بھی اس چالیس سالہ پاکباز زندگی سے کوئی ایک بھی کمزور لمحہ تلاش نہ کر سکے۔

گلہائے عقیدت

(غیر مسلم شعرا کا نبی ﷺ کی خدمت میں خراج عقیدت)

اس در کی غلامی کا شرف جن کو ملا ہے
وہ پا گئے وقت کی رفتار سے آگے
شاعر: جھونے لال گپتا

کیوں نام محمدؐ نہ ہو ہر وقت زباں پر
ہے سر میں سمایا ہوا سودائے محمدؐ
بخشی شوری لال اختر امرتسری

مدح حسن مصطفیٰ ہے ایک بحر بے کراں
اس کے ساحل تک کوئی شیریں بیاں پہنچا نہیں
پنڈت جگن ناتھ پرشاد آزاد

دنیا سے غرض اس کو نہ عقبیٰ کا طلب گار
آزاد وہ عالم ہے، گرفتار محمدؐ
شاعر: پرچہ پورن سنگھ

تمام حکمت و رنگ و طرب ہیں جس پہ نثار
رسولِ باغ نبوت کا وہ گل تر ہے
شاعر: امر سنگھ عارج

کیوں کر نہ دل و جان سے مجھے بھائے مدینہ
آنکھوں میں بسا ہے مرے مولائے مدینہ
شاعر: سالک رام صاحب سالک گرداری

ہادی برحق کہوں تجھ کو یا نور معرفت
یا رہ وحدت کا سمجھوں تجھ کو سچا رہنما
شاعر: پنڈت کیفی لال صاحب خسرو دہلوی

اسلام اور بے عمل مسلمانوں کا مستقبل

اسلام اور بے عمل مسلمانوں کا مستقبل

حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے ۱۹۵۶ء میں اپنے ایک خطبہ صدارت میں فرمایا:

"اسلام کا مستقبل روشن ہے کیوں کہ اسلام کسی قوم کا مذہب نہیں ہے،
وہ عالمگیر اصول کا نام ہے جسے دنیا غیر شعوری طور پر اختیار کرتی ہے،
لیکن یہ ضروری نہیں کہ اگر اسلام کا مستقبل روشن ہے تو
اس کے ساتھ بے عمل مسلمانوں کا مستقبل بھی روشن ہو۔
اگر ہم اپنا مستقبل بنانا چاہتے ہیں تو شرط یہ ہے کہ
ہم اسلام کا دامن مضبوطی سے پکڑیں اور حضور ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے پر چلیں
اگر آپ اللہ کے احکام پر عمل کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں
تو اللہ کو اپنے دین حق کے لیے آپ کی ضرورت نہیں۔" (چراغ محمد صفحہ: ۳۱۸)

کامیابی کا دروازہ

مایوسی خودکشی ہے اور امید زندگی!
زندہ قوموں اور جماعتوں کے لیے مایوسی کے اسباب میں امید کا پیغام ہوتا ہے۔
مصیبتیں ان کو مایوس نہیں کرتیں بلکہ غفلت سے ہوشیار کرتی ہیں
وہ مصائب کے سیلاب کو دیکھ کر گھبراتے اور بھاگتے نہیں، بلکہ اس راہ کو ڈھونڈ کر بند کر دینا چاہتے ہیں جہاں سے اس نے نکل کر بہنے کی راہ نکالی ہے،
پس مصیبت و نامرادی ان کے لیے کامیابی کا دروازہ کھول دیتی ہے
وہ جس قدر کھوتے ہیں، اتنا ہی زیادہ پاتے ہیں۔
اور جس قدر گرتے ہیں اتنا ہی زیادہ مستعدی سے اٹھتے ہیں۔
یہی دنیا جو ان کے لیے کل تک نامرادیوں کی دوزخ تھی
یکایک کامیابیوں کی بہشت بن جاتی ہے۔

(مولانا ابوالکلام آزاد)

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کی دینی تعلیمی
اور رفاہی خدمات کی جائزہ رپورٹ

اخبار السلام

جولائی 2016ء شوال المکرم 1437ھ

وفاق المدارس کے سالانہ امتحانات میں "جامعہ بیت السلام کراچی" کی شاندار کارکردگی، قومی سطح پر اول اور دوم پوزیشن، "مرکز فہم دین" کی صوبائی سطح پر سوم پوزیشن

علی محمد بن عبدالکریم نے درجہ ثانیہ میں 600 میں سے 600 نمبر لے کر پہلی اور عثمان غنی بن محمد شعیب نے 599 نمبر لے کر دوسری پوزیشن حاصل کی

تمام درجات میں نتیجہ 100% رہا، کوئی طالب علم راسب (فیل) نہیں ہوا، بالخصوص درجہ ثانیہ میں 24 میں سے 22 طلبہ ممتاز اور 2 جید جدا

وفاق کے سالانہ امتحانات میں جامعہ بیت السلام کراچی کے شعبہ حفظ کے 100% نتائج، 54 طلبہ امتحان میں شریک، 41 کے 100 نمبر، تمام ممتاز

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سالانہ امتحانات کے نتائج منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ الحمد للہ جامعہ بیت السلام کراچی کے نتائج ہر سال کی طرح اس سال بھی شاندار رہے۔ جامعہ بیت السلام کراچی کے درسِ نظامی کے طلبہ نے قومی سطح پر دو پوزیشنیں حاصل کیں۔ درجہ ثانیہ کے علی محمد بن عبدالکریم نے 600 میں سے 600 نمبر لے کر پورے پاکستان میں پہلی پوزیشن حاصل کی، جب کہ درجہ ثانیہ کے ہی عثمان غنی بن محمد شعیب نے 600 میں سے 599 نمبر لے کر صرف ایک نمبر کے فرق سے پورے پاکستان میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔ جامعہ بیت السلام کراچی میں درسِ نظامی کی تعلیم درجہ سادسہ تک ہے۔ جامعہ کے تمام درجات کے نتائج ٪100 رہے۔ کوئی طالب علم راسب (فیل) نہیں ہوا اور صرف ایک طالب علم مقبول (ڈی گریڈ) میں پاس ہوا۔ بالخصوص درجہ ثانیہ کے طلبہ کے نتائج بہت عمدہ رہے، درجہ ثانیہ کے امتحان میں 24 طلبہ شریک ہوئے، جن میں سے 22 طلبہ ممتاز (اے گریڈ) میں، جب کہ صرف 2 طلبہ جید جدا (بی گریڈ) میں پاس ہوئے۔

واضح رہے کہ جامعہ کے ان عمدہ نتائج کے حصول میں بہت سے عوامل کو دخل ہے، جن میں سرِ فہرست اساتذہ کی اَن تھک محنت اور جامعہ کا طلبہ کو بہترین تعلیمی ماحول اور تعلیمی نظام الاوقات فراہم کرنا ہے، نیز ایک اہم عنصر جامعہ کا عربی لینگویج پروگرام ہے، جس میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد طلبہ عربی کے بہترین اسلوب میں پرچہ حل کرنے پر قادر ہو جاتے ہیں، اسی طرح جامعہ میں طلبہ کو خوش خطی سکھانے پر بھی خاص توجہ دی جاتی ہے، اس سلسلے میں پاکستان کے ایک ماہر کاتب استاد کی خدمات بھی حاصل کی ہوئی ہیں، جن کی سرپرستی میں طلبہ خوب صورت الفاظ میں اپنے مافی الضمیر کو بیان کرتے ہیں۔ یہی وہ عوامل ہیں، جن سے طلبہ کی استعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہوتا ہے اور تعلیمی میدانوں میں کامیابیاں اُن کے قدم چومتی ہیں۔

جامعہ بیت السلام کراچی کے شعبہ حفظ کے نتائج ہر سال کی طرح اس سال بھی بہت عمدہ رہے۔ جامعہ سے 54 طلبہ وفاق المدارس کے سالانہ امتحان میں شریک ہوئے، جن میں سے 41 طلبہ نے مکمل 100 نمبر حاصل کیے، جب کہ باقی 13 طلبہ نے بھی 90 سے زیادہ نمبر لے کر ممتاز درجہ میں پاس ہوئے۔ واضح رہے کہ جامعہ کا شعبہ حفظ اس کے علاوہ بھی صوبائی اور قومی سطح پر حفظِ قرآن کے مختلف مقابلوں میں نمایاں کامیابیاں حاصل کر چکا ہے، ان کامیابیوں کے حصول میں جامعہ کے بہترین نظامِ حفظ اور طلبہ کو تلاوتِ کلامِ پاک کے مختلف لہجوں میں ماہر بنانے کو بہت دخل ہے۔

مرکز فہمِ دین بنات کے نتائج بھی عمدہ رہے، مرکز کی ایک طالبہ نے 600 میں سے 562 نمبر لے کر صوبہ سندھ کی سطح پر تیسری پوزیشن حاصل کی۔

J.
47

Brighto
48